ماہنامہ
محدث
بنارس

نومبر ۲۰۲۳ء ◆ ربیع الآخر وجمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ

سورۂ فاتحہ کی فضیلت	۲
اور تم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر	۷
مطالعۂ تاریخ: اہمیت وفوائد وضرورت	۱۲
آرمگڈون اور جنگ عظیم (مختصر تقابلی جائزہ)	۲۴
زنا وبدکاری کے چند اسباب............	۳۲

دارالتالیف والترجمہ، بنارس، الہند

دینی، علمی، اصلاحی اور تحقیقی ماہنامہ

مجلہ محدّث بنارس

جلد: ۴۰
شمارہ: ۱۱

ربیع الآخر و جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ
نومبر ۲۰۲۳ء

اس شمارہ میں

۱-سورۂ فاتحہ کی فضیلت	عبداللہ سعود سلفی	۲
۲-ہر قسم کے نفع ونقصان کا مالک اللہ......	ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ	۵
۳-اور تم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر	مدیر	۷
۴-مطالعۂ تاریخ: اہمیت وفوائد وضرورت	ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ	۱۲
۵-سنن رواتب کے احکام ومسائل	ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر	۱۶
۶-آرمگڈون اور جنگ عظیم......	عبدالعلیم سلفی	۲۴
۷-زنا وبدکاری کے چند اسباب......	محمد محبّ اللہ محمدی	۳۲
۸-اخبار جامعہ	مولانا دل محمد سلفی	۴۲
۹-باب الفتاویٰ	مولانا نور الہدیٰ سلفی	۴۶

سرپرست
عبداللہ سعود سلفی

مدیر
محمد ایوب سلفی

معاون مدیر
اسرار احمد ندوی

مجلس مشاورت
مولانا محمد مستقیم سلفی
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی
مولانا صلاح الدین مقبول مدنی
مولانا محمد یونس مدنی
ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر مدنی

بدل اشتراک سالانہ

ہندوستان:	300	روپئے
خصوصی تعاون:	1000	روپئے
بیرون ممالک:	50	ڈالر امریکی
فی شمارہ:	30	روپئے

مراسلت کا پتہ

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں

Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **INDIAN BANK,** KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: IDIB000V509

Darut Taleef Wat Tarjama, B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi - 221010

www.mohaddis.org

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

سورۂ فاتحہ کی فضیلت

عبداللہ سعود سلفی

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعاً مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيْم (سورۂ حجر:۸۷) اور تحقیق کہ ہم نے آپ کو سات ایسی آیتیں عطا کی ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن عطا کیا ہے۔

صحیح بخاری (۴۴۷۴) میں حضرت ابوسعید بن المعلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے آواز دی، میں نے جواب نہ دیا (کیونکہ نماز کی حالت میں تھا) آپ ﷺ نے مجھ سے کہا کیا اللہ کا فرمان تمہیں معلوم نہیں کہ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (الانفال:۲۴) اے ایمان والو! اللہ و رسول کی آواز پر لبیک کہو جب وہ تمہیں اس امر کی طرف دعوت دیں جس میں تمہاری زندگی ہے۔ پھر فرمایا: سنو میں تم کو مسجد سے نکلنے سے پہلے ایک ایسی سورہ کے بارے میں بتاؤں گا جو قرآن کی سورتوں میں سب سے عظیم ہے۔ پھر آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور جب مسجد سے باہر نکلنے لگے تو میں نے آپ کو وہ بات یاد دلائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: الحمد لله رب العالمين، هي السبع المثاني والقرآن العظيم الذي أوتيته. یہ الحمد للہ رب العالمین (یعنی سورۂ فاتحہ) یہی سبع مثانی اور قرآن مجید ہے جو مجھے عطا کی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس ام القرآن یعنی سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی۔ اس کو سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: والذي نفسي بيده ما أنزل الله في التوراة، ولا في الإنجيل، ولا في الزبور، ولا في القرآن مثلها، إنها أم القرآن وأم الكتاب، السبع المثاني والقرآن العظيم الذي أوتيته. (ترمذی:۲۸۷۵، مسند احمد بن حنبل:۸۶۶۷) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اللہ نے اس جیسی عظیم سورہ نہ تورات میں اتاری، نہ انجیل میں، نہ زبور میں اور نہ فرقان یعنی قرآن میں ایسی دوسری سورۃ۔ بے شک یہ ام القرآن ہے، یہ ام الکتاب ہے، یہ سبع مثانی ہے اور یہ قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔

صحیح مسلم (۸۰۶) میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک بار نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام موجود تھے۔ اوپر سے آواز سنی تو کہنے لگے یہ آسمان کا دروازہ کھلنے کی آواز ہے، یہ دروازہ آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا۔ آپ کو سلام کر کے فرمایا: أبشر بنورين قد أوتيتهما ولم يؤتها نبي قبلك. آپ خوش ہو جائیں آپ کو دو ایسا نور عطا کیا گیا ہے جیسا آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیا گیا، فاتحۃ الکتاب و خواتیم سورۃ البقرۃ۔ فاتحۃ الکتاب یعنی سورۂ

فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیت اور مذکورہ احادیث سے سورۂ فاتحہ کی اہمیت اور اس کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔قرآن مجید کی شروعات اسی سورہ سے ہے اور ہر نماز میں سب سے پہلے اسی سورہ کو پڑھا جاتا ہے۔سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، قیامت کا ذکر اور اس دن اللہ کی بادشاہت وملوکیت، انسان کی اللہ کے حضور کامل انکساری وعاجزی اور اس کی بندگی کا اعلان، اپنی زندگی میں اللہ سے صحیح وبابرکت وانعام واکرام والے راستہ کی طلب اور غلط وگمراہ لوگوں کے طریقے سے پناہ اور اللہ کے غضب وعتاب سے پناہ کا ذکر ہے۔اگر ہر جزئیات کی تشریح ووضاحت کی جائے اور اس کے رموز پر غور وفکر کریں تو معلوم ہوگا کہ قرآن مجید کے پورے مضامین کا اس ایک سورت میں احاطہ موجود ہے۔

اسلام میں ہر مسلمان پر اس سورہ کا پڑھنا لازم کیا گیا ہے، دن میں پانچ فرض نمازوں کے علاوہ رات کی نماز میں۔تمام نوافل میں، مسلمان نماز کی ابتداء اللہ اکبر سے کرنے کے بعد اس سورہ کو پڑھتا ہے۔ایک بار نہیں بلکہ ہر رکعت میں بار بار پڑھنے کا حکم ہے۔ایمان کے بعد سب سے اہم اور بنیادی فریضہ نماز ہے۔العهد الذي بيننا وبينهم الصلاة فمن تركها فقد كفر. (ترمذی:۲۶۲۱) ہمارے اور غیر مسلم کے درمیان یہی نماز عہد فاصل ہے جس نے نماز کو ترک کردیا گویا وہ کافر ہوگیا۔

اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب. (بخاری:۷۵۶، مسلم:۳۹۴) جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: من صلى صلاة لم يقرأ فيها بأم القرآن فهي خداج ثلاثا غير تمام. (مسلم:۳۹۵) جس نے نماز پڑھی اور اس نماز میں ام القرآن (یعنی سورۂ فاتحہ) نہ پڑھی تو ایسی نماز کھوٹی ہے نامکمل ہے۔تین بار فرمایا۔

صحابی رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں؟ تو جواب دیا اپنے دل میں اس کو پڑھو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قسمت الصلاة بيني وبين عبدي نصفين. نماز میری اور میرے بندہ کے درمیان آدھی آدھی دو حصوں میں منقسم ہے اور میرا بندہ جو سوال کرتا ہے وہ اس کا ہے۔جب بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری حمد بیان کی اور جب کہتا ہے الرحمٰن الرحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری تعریف وتوصیف بیان کی اور جب بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری بزرگی بیان کی اور جب کہتا ہے ایاک نعبد وایاک نستعین تو اللہ فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے اور میرے بندہ نے جو مانگا وہ اس کا ہے اور جب بندہ پڑھتا ہے اھدنا الصراط المستقیم، صراط الذین انعمت علیہم، غیر المغضوب علیہم ولا الضالین، تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے یہ میرے بندہ کا ہے اور میرے بندے نے جو مانگا اس کا ہے۔(صحیح مسلم:۳۹۵)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے، ایک جگہ پڑاؤ کیا، ایک لڑکی آئی اور بتایا کہ قبیلہ کے سردار کوکسی جانور نے ڈنس لیا ہے، ہمارے لوگ غائب ہیں کیا تم میں کوئی ''راق''یعنی دم کرنے والا ہے۔اس کے ساتھ ایک شخص چلا ہم لوگ نہیں جانتے تھے کہ یہ دم کرنے والا ہے۔وہ گیا اور دم کیا وہ اچھا ہوگیا تو سردار نے حکم دیا کہ ہم لوگوں کو ۳۰ ربکریاں دے دی جائیں اور ہم کو دودھ بھی پلایا۔جب وہ لوٹ کرآیا تو ہم نے اس سے پوچھا کیا تم اچھا رقیہ جانتے ہو یا پہلے سے یہ کام کرتے آئے ہو؟ جواب دیا نہیں میں نے تو صرف ام الکتاب پڑھ کردم کیا تھا (ما رقيت إلا بأم الكتاب، قلت لا تحدثوا شيئا حتى نأتي أو نسأل النبي) میں نے کہا اب انتظار کرو یہاں تک کہ ہم نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں دریافت نہ کرلیں۔جب ہم مدینہ پہنچے یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کو سنایا تو آپ نے فرمایا: وما كان يدريه أنها رقية أقسموا واضربوا لي بسهم. (صحیح بخاری:۵۰۰۷)تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ رقیہ ہے، جوملا ہے بانٹ لو اور ایک حصہ میرا بھی لگاؤ۔

سورۂ فاتحہ کی بڑی فضیلت ہے۔ہم نماز میں اس کو پڑھتے ، دہراتے اور سنتے ہیں۔اس کے مفہوم ومعانی کو سمجھنا چاہئے ، اس کے بہت سے فوائد ہیں۔ہم اللہ سے روبرو ہوکر اللہ سے مناجات کرتے یا کہتے ہیں اور کیا مانگتے ہیں اس پر دھیان مرکوز کرنا چاہئے۔حدیث جبرئیل میں اللہ کے رسول ﷺ نے احسان کا مفہوم یہ بتایا تھا کہ أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك. اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔یادرکھو اگر تم اللہ کو نہیں دیکھ پاتے تو اللہ تعالیٰ تو تم کو دیکھ رہا ہے۔

مذکورہ بالا حدیثوں سے بھی یہ مفہوم واضح ہوتا ہے۔ ہر مسلمان کو وہر نمازی کو سورۂ فاتحہ پر دھیان دینا چاہئے اور پوری نماز اللہ کے سامنے اس کے حضور اسی سے مناجات ہے۔اس لئے پوری توجہ اسی کی طرف ہونی چاہئے۔اللہ تعالیٰ ہماری تلاوت اور ہماری ہر عبادت وعمل صالح میں خلوص وتقویٰ کی روح پیدا کردے، آمین۔

☆☆☆

درس حدیث

ہر قسم کے نفع ونقصان کا مالک اللہ وحدہ لاشریک ہے

ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: كنت خلف رسول الله ﷺ يومًا فقال: يا غلام إني أعلمك كلمات، احفظ الله يحفظك، احفظ الله تجده تجاهك، إذا سألت فاسأل الله، وإذا استعنت فاستعن بالله، واعلم أن الأمة لو اجتمعت على أن ينفعوك بشيء لم ينفعوك إلا بشيء قد كتبه الله لك، ولو اجتمعوا على أن يضروك بشيء لم يضروك إلا بشيء قد كتبه الله عليك رفعت الأقلام وجفت الصحف (رواه الترمذي: ٢٥١٦، وقال: هذا حديث حسن صحيح)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھا تو آپ نے فرمایا: اے بچے میں تمہیں چند باتوں کی تعلیم دیتا ہوں (تم اسے غور سے سنو) تو اللہ کی حفاظت کر وہ تیری حفاظت فرمائے گا، تو اللہ کی حفاظت کر اسے تو اپنے سامنے پائے گا، جب بھی کچھ مانگنا ہو اللہ تعالیٰ سے مانگ اور جب بھی مدد طلب کرنا ہو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر، تو اچھی طرح جان لے اگر ساری امت جمع ہو کر تجھے فائدہ پہنچانا چاہے تو اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کے سوا کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتی اور اگر ساری امت جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کے سوا کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی، قلم اٹھائے جا چکے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

اس حدیث میں ہمارے نبی ﷺ نے اپنے چچیرے بھائی عبداللہ بن عباس کو نہایت ہی پیار بھرے انداز میں مختصر سے الفاظ کے ذریعہ بے حد قیمتی نصیحت کی ہے۔ اس وقت عبداللہ بن عباس چھوٹے بچے تھے لہٰذا آپ نے انہیں عقیدے سے متعلق جو نصیحت کی ہے وہ تمام امت کے لئے مشعل راہ ہے، یہ حدیث کئی جملوں پر مشتمل ہے، ہر جملہ آپ کے جوامع الکلم میں سے ہے اور بہت سے اعتقادی وتربیتی امور کا مجموعہ ہے۔ سب سے پہلے آپ نے ابن عباس کو یا غلام کہہ کر ان کی توجہ اپنی جانب مبذول فرمائی تاکہ وہ بغور سنیں اور اس پر عمل پیرا ہوں اور جن باتوں کی نصیحت کی وہ درج ذیل ہیں:

۱- احفظ الله يحفظك: تو اللہ کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت فرمائے گا۔ اللہ کی حفاظت سے مراد اس کے حدود اور اس کی شریعت کی حفاظت اس طور سے کہ اس کے اوامر پر عمل کیا جائے اور اس کے منہیات سے بچا جائے، جس کا لازمی تقاضا ہے کہ اس کے دین کی معرفت حاصل کی جائے، عبادات، فرائض، واجبات اور معاملات اللہ کے فرامین کے مطابق انجام دیئے جائیں، اگر انسان ایسا کرتا ہے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کی جان ومال، دین ودنیا، اہل وعیال سب کی حفاظت فرمائے گا۔

۲- احفظ الله تجده تجاهك: تو اللہ کی حفاظت کر اسے تو اپنے سامنے پائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ

اپنے رب کی ہمیشہ اطاعت کرتا ہے،اس کے فرامین واحکام کی پاسداری کرتا ہے،اس کی حرام کردہ اور منع کردہ چیزوں سے دور رہتا ہے تو ایسے شخص کو اللہ کی تائید ونصرت اور مدد حاصل ہوتی ہے اور ہر مصیبت وآفت سے اللہ تعالیٰ اسے محفوظ رکھتا ہے۔

۳-إذا سألت فاسأل الله: جب بھی کچھ مانگنا ہے تو اللہ سے مانگ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے،کوئی بھی چیز اس کے لئے ناممکن نہیں ہے، جسے چاہے مالدار کردے، جسے چاہے فقیر کردے، جسے چاہے بیمار کردے، جسے چاہے شفایابی عطا فرمائے، جسے چاہے اولاد دے، جسے چاہے بے اولاد رکھے۔تمام مخلوق اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں،اس کے خزانے میں کسی بھی چیز کی کمی نہیں، وہ مانگنے سے خوش ہوتا ہے، مانگنے والوں کو پسند فرماتا ہے،اسے کوئی روکنے والا نہیں، جسے چاہے جتنا چاہے نوازے،ہاں بعض ایسی چیزیں جس پر مخلوق کی قدرت ہو تو آپ اس شخص سے سوال کرسکتے ہیں جیسے کسی زندہ قادر شخص سے کسی ایسی چیز کا سوال کرنا جس کے دینے پر وہ مکمل طاقت رکھتا ہو۔

۴-وإذا استعنت فاستعن بالله: جب بھی مدد طلب کرنی ہو تو اللہ سے مدد طلب کر کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی فریاد اوران کی دعاؤں کو سنتا ہے،ان کی مرادوں کو پوری کرتا ہے،کمزوروں، بے کسوں،آہ وگریہ کرنے والوں کی فریادوں کو قبول فرماتا ہے لہٰذا جب بھی کسی معاملے میں استعانت اور مدد کی ضرورت ہو تو بندے کو اپنے رب سے طلب کرنی چاہئے کیونکہ وہ قادر مطلق ہے، ہر بندے کی دعا وپکار کو سنتا ہے اوراس کی حالت کو دیکھتا ہے اوراس کی مدد کرتا ہے،اسی طرح اگر کسی مخلوق سے استعانت کی ضرورت ہو تو اس سے بھی مدد طلب کی جاسکتی ہے بشرطیکہ وہ زندہ ہو اور وہ اس چیز پر قادر ہو۔

۵-واعلم أن الأمة لو اجتمعت على أن ينفعوك بشيء لم ينفعوك إلا بشيء قد كتبه الله......یعنی ہر مسلمان کا اس بات پر پختہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ نفع وضرر کا مالک اللہ رب العالمین ہے،پوری کائنات مل کر اگر کسی شخص کو نفع پہنچانا چاہے اسے کچھ بھی نفع نہیں پہنچاسکتی،مگر جتنا کہ اللہ رب العالمین نے اس کے لئے لکھ دیا ہے،اسی طرح اگر کسی شخص کو پوری دنیا والے مل کر نقصان پہنچانا چاہیں تو اسے ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچاسکتے مگر اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں لکھ دیا ہے۔

لہٰذا ہر مسلمان کو ان نصیحتوں پر خود عمل کرنا چاہئے اور اپنے اہل وعیال،اعزہ واقارب کو اس کی تعلیم دینا چاہئے، بچے بچیوں، طلبہ وطالبات کو ان کی تلقین کرنی چاہئے تاکہ وہ اپنی نوعمری سے اللہ پر توکل کریں اور اسی کے احکام کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔

حدیث سے مستنبط مسائل:

۱-بچوں بچیوں کو شروع ہی سے عقیدے کی تعلیم دینی چاہئے۔

۲-اللہ کے حدود کی حفاظت،اس کے احکام کی اتباع اور محرمات سے اجتناب میں دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔

۳-جو اللہ کی اطاعت کرتا رہے گا اللہ اس کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشے گا۔

۴-ہر قسم کی فریاد اور استعانت اللہ سے کرنی چاہئے۔

۵-ہر قسم کے نفع ونقصان کا مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے،اس کی مرضی کے بغیر کوئی بھی کچھ نہیں کرسکتا۔☆☆

اورتم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر

مدیر

آج ملت اسلامیہ کو بے شمار مسائل درپیش ہیں۔مسلمان ہر میدان میں کمزوراور بے بس نظر آ رہے ہیں۔اسلامی تشخص کا جنازہ نکل چکا ہے،مسلمان بے دین،اللہ بے زار،اسلامی تمدن وثقافت سے کوسوں دور،اپنی عظمت رفتہ سے بیگانہ،دین واسلامی عقیدے واعمال سے جاہل اوراپنے نبی رحمت کی سیرت وسنت سے غافل ہو چکے ہیں،نتیجتاً وہ دنیا کی کمزورترین مخلوق بنے ہوئے ہیں۔دشمنان اسلام ان پر بھوکے بھیڑیے کی طرح ہر چہار جانب سے ٹوٹ پڑے ہیں اورانہیں صفحۂ ہستی سے مکمل طور پر نیست ونابود کر دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ہر چہار جانب مسلمانوں کی ذلت ورسوائی،نکبت وادبار کے مظاہر پیر پسارے ہوئے ہیں۔اس وقت مسلمانوں کی بالکل وہی حالت ہے جس کی تصویرکشی ایک مشہور حدیث رسول ﷺ کے اندر کی گئی ہے:

عن ثوبان رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: يوشك الأمم أن تداعى عليكم كما تداعى الأكلة إلى قصعتها، فقال قائل: ومن قلة نحن يومئذ؟ قال: بل أنتم كثير ولكنكم غثاء كغثاء السيل ولينزعن الله من صدور عدوكم المهابة منكم ويقذفن الله في قلوبكم الوهن، فقال قائل: يا رسول الله وما الوهن؟ قال: حب الدنيا وكراهية الموت. (أبو داود: ٤٢٩٧، وصححه الألباني)

قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے والے کھانے کے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں،تو ایک کہنے والے نے کہا: کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:نہیں تم اس وقت تعداد میں بہت زیادہ ہوگے لیکن تم لوگ سیلاب کی جھاگ کے مانند ہوگے،اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا خوف نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا،تو ایک کہنے والے نے کہا: اللہ کے رسول 'وہن' کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دنیا کی محبت اور موت کو ناپسند کرنا ہے۔

اس حدیث رسول کے اندر مسلمانوں کی کمزوری،ذلت وپستی اور بے چینی کا اصل سبب واضح کر دیا گیا ہے اوروہ ہے دنیا کی محبت اورموت کا ڈراور خوف۔ظاہر ہے دونوں چیزیں دین سے دوری اوراسلامی تعلیمات،اسلامی تہذیب وتمدن اوردینی اقداروروایات کواہمیت نہ دینے کی وجہ سے بندوں کے اندر پیدا ہوئی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان دنیا کی سب سے کمزور قوم بنے ہوئے ہیں۔

علامہ مشرقی نے مسلمانوں کے ان نازک اور برے حالات کا رونا حقیقت کی عکاسی کرتے ہوئے ان الفاظ میں رویا

ہے:''مسلمانوں کا اسلام کی ایک اصل پر بھی کچھ عمل نہیں رہا اس لئے جلد مٹ رہے ہیں، آج ان کے کسی گروہ میں نہ توحید باقی رہی ہے نہ اتحاد، نہ طاعت نہ قابل ذکر امیر نہ جہاد بالسیف کے ولولے ہیں، نہ ایثار مال نہ اعمال خدا کا علم ہے نہ ایمان بالآخرت ہے نہ مکارم اخلاق، خوف عذاب ہے نہ طمع ثواب نہ شوق اصلاح ہے نہ ذوق ایمان۔(تاریخ زوال امت از میاں محمد افضل،ص:۱۹)

حالانکہ اسلام وہ مذہب ہے جو دنیا کے تمام مذاہب پر فائق ہونے والا مذہب ہے۔مسلمان وہ قوم ہیں جنہیں اللہ تعالی نے اسلام کی وجہ سے سربلندی اور دنیا کی سرداری عطا فرمائی ہے۔قرآن مقدس نے یہ واضح اعلان فرمایا ہے: **ولا تهنوا ولا تحزنوا وأنتم الأعلون إن كنتم مؤمنين.** (آل عمران:۱۳۹)تم نہ سستی کرو اور نہ غمگین ہو تم ہی غالب رہوگے اگر تم مومن بن کر رہوگے۔

جنگ احد کے اندر مسلمانوں کو جو وقتی طور پر بھاری نقصان اٹھانا پڑا تھا اور افرادی قوت کی کمی کے دور میں ستر بہترین مسلمان جام شہادت نوش کر گئے تھے، اس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کو تسلی دینے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی تھی، اس آیت کریمہ کے ذریعہ مسلمانوں کے سامنے یہ بات رکھی گئی کہ مسلمانوں کی اصل قوت کا راز اور ان کی کامیابی کی بنیاد ایمان، اعمال صالحہ اور سچے پکے مسلمان ہونا ہے، اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی سچی اطاعت وفرمانبرداری ہی میں مسلمانوں کی اصل کامیابی ہے۔مال ومنال اور دنیا کی محبت اور حرص وہوس کی وجہ سے مسلمانوں کے حق میں ناکامی ہی ناکامی ہے، جیسا کہ جنگ احد کے اندر اللہ کے رسول کی ادنیٰ نافرمانی کا نتیجہ کیا ہوا وہ تاریخ کے صفحات نے ہمیشہ کے لئے محفوظ کرلیا ہے۔پچاس تیراندازوں کا ایک دستہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک پہاڑی پر مقرر فرمادیا تھا اور انہیں تاکید کردی تھی کہ چاہے ہمیں فتح ہو یا شکست تم یہاں سے نہ ہلنا اور تمہارا کام یہ ہے کہ جو گھڑسوار تمہاری طرف آئے تیروں سے اسے پیچھے ڈھکیل دینا، لیکن جب مسلمان فتح یاب ہوگئے اور مال واسباب سمیٹنے لگے تو اس دستے میں اختلاف ہوگیا، کچھ لوگ کہنے لگے کہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کا مقصد تو یہ تھا کہ جب تک جنگ جاری رہے یہیں جمے رہنا لیکن جب یہ جنگ ختم ہوگئی ہے اور کفار بھاگ رہے ہیں تو یہاں رہنا ضروری نہیں ہے، چنانچہ انہوں نے بھی وہاں سے ہٹ کر مال واسباب جمع کرنا شروع کردیا اور وہاں نبی کریم ﷺ کی اطاعت میں صرف دس آدمی باقی رہ گئے، جس سے کافروں نے فائدہ اٹھایا اور ان کے گھڑسوار پلٹ کر وہیں سے مسلمانوں کے عقب میں جا پہنچا اور ان پر اچانک حملہ کردیا جس سے مسلمانوں میں افراتفری مچ گئی اور انہیں غیر معمولی نقصان اٹھانا پڑا حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوگئے اور آپ کو جسمانی طور پر کافی نقصان اٹھانا پڑا۔بلاشبہ یہ نتیجہ تھا نبی کریم ﷺ کی ادنیٰ نافرمانی کا اور دنیاوی مال وزر کی حرص ولالچ کا۔

ڈاکٹر عبدالحلیم عویس رحمہ اللہ اپنی کتاب 'عظمت رفتہ' میں رقمطراز ہیں:

''ہماری اولین شکست کا سبب یہی غنیمت ہے اور اسی کے باعث اپنی فتوحات کے آخری سلسلہ کے پاس ہمیں رکنا پڑا،

غنیمت کی داستان دراصل ہماری تاریخ میں شکست کی داستان ہے پہلے معرکہ میں ہمارے قائد خود رسول اللہ ﷺ تھے، تیراندازوں نے آپ کے حکم کی خلاف ورزی کی اوراندیشہ کیا کہ غنیمت کا موقع ہاتھ سے نکل جائے گا جس کے نتیجہ میں احد کا واقعہ پیش آیا اوراسی غنیمت کے باعث ستر بہترین مسلمان شہید ہوئے۔(عظمت رفتہ،مترجم:ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری،ص:۱۷)

بلاشبہ ایمان کی کمزوری، دین سے دوری اورشرکیہ وکفریہ اعمال ہر دور میں مسلمانوں اوراسلامی حکومتوں کے زوال کا سبب اوران کی ذلت ورسوائی کا ذریعہ بنے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر مسلمان کی طاقت وقوت اوران کی عظمت ورفعت کا اصل سبب ایمان،اعمال صالحہ اورشرک وکفر سے دوری کوقراردیا ہے۔ارشادربانی ہے:"**وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الأرض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضىٰ لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم أمنا يعبدونني لا يشركون بي شيئا ومن كفر بعد ذلک فأولئک هم الفاسقون**". (النور:۵۵)تم میں سے ان لوگوں سے جوایمان لائے ہیں اورنیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرماچکا ہے کہ انہیں ضرورزمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کوخلیفہ بنایا تھاجوان سے پہلے تھےاوریقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کومضبوطی کے ساتھ محکم کرکے جمادے گا جسے ان کے لئے وہ پسندفرماچکا ہےاوران کے اس خوف وخطرکووہ امن وامان سے بدل دے گا،وہ میری عبادت کریں گے،میرے ساتھ کسی کوبھی شریک نہ ٹھہرائیں گے،اس کے بعد بھی جولوگ ناشکری اورکفرکریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔

حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

بعض نے اس وعدۂ الٰہی کوصحابۂ کرام کے ساتھ یا خلفائے راشدین کے ساتھ خاص قراردیا ہے،لیکن اس کی تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔قرآن کے الفاظ عام ہیں اورایمان اورعمل صالح کے ساتھ مشروط ہیں۔البتہ یہ بات ضرور ہے کہ عہد خلافت راشدہ اورعہد خیرالقرون میں اس وعدہ الٰہی کا ظہور ہوا۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کوزمین میں غلبہ عطافرمایا،اپنے پسندیدہ دین اسلام کوعروج دیا اورمسلمانوں کے خوف کوامن سے بدل دیا،پہلے مسلمان کفارعرب سے ڈرتے تھے،پھراس کے برعکس معاملہ ہوگیا۔نبی ﷺ نے بھی جوپیش گوئیاں فرمائی تھیں وہ بھی اس عہد میں پوری ہوئیں۔مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ حیرہ سے ایک عورت تن تنہا اکیلی چلے گی اوربیت اللہ کا آکرطواف کرے گی،اسے کوئی خوف اورخطرہ نہیں ہوگا،کسریٰ کے خزانے تمہارے قدموں میں ڈھیر ہوجائیں گے،چنانچہ ایسا ہی ہوا۔(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام) نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا: "إن الله زوى لي الأرض فرأيت مشارقها ومغاربها، وأن أمتي سيبلغ ملكها ما زوى لي منها". (صحيح مسلم، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب هلاك هذه الأمة ببعضهم ببعض) اللہ تعالیٰ نے زمین کومیرے لئے سمیٹ دیا پس میں نے اس کے مشرقی اورمغربی حصے دیکھے، عنقریب میری امت کا دائرہ اقتدار وہاں تک پہنچے گا جہاں تک میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی۔

حکمرانی کی یہ وسعت بھی مسلمانوں کے حصے میں آئی اور فارس وشام اور مصر وافریقہ اور دیگر دور دراز کے ممالک فتح ہوئے اور کفر وشرک کی جگہ توحید وسنت کی مشعلیں ہر جگہ روشن ہوگئیں اور اسلامی تہذیب وتمدن کا پھریرا چار دانگ عالم میں لہرا گیا، لیکن یہ وعدہ چونکہ مشروط تھا، جب مسلمان ایمان سے کمزور اور عمل صالح میں کوتاہی کے مرتکب ہوئے تو اللہ نے ان کی عزت کو ذلت میں، ان کے اقتدار اور غلبے کو غلامی میں اور ان کے امن واستحکام کو خوف اور دہشت میں بدل دیا۔

آج جو پوری دنیا کے مسلمانوں کی حالت نازک بنی ہوئی ہے، ہر جگہ مسلمان کمزور نظر آرہے ہیں، ان کی کوئی حیثیت نہیں، کوئی طاقت نہیں، کوئی آواز نہیں، ان پر خوف اور دہشت طاری ہے، ہر جگہ مرعوب نظر آرہے ہیں، ان کا کوئی رعب ودبدبہ نہیں، اس کی وجہ صاف ظاہر ہے، وہ قرآن سے دور قرآنی تعلیمات سے دور، اعمال کے میدان میں پیچھے، اخلاقی گراوٹ ان کی پہچان، ظلم وبے انصافی ان کی علامت، تعلیم کے میدان میں وہ سب سے پیچھے ہیں، صنعت وحرفت میں بھی ان کا کوئی مقام نہیں، عالمی اور ملکی کیا ان کی جماعتی بھی کوئی قیادت نہیں، اختلافات وانتشار ان کا مقدر بنا ہوا ہے، بزبان قرآن مقدس: ”وأطيعوا الله ورسوله ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا إن الله مع الصابرين“ (الانفال: ۴۶) اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اس آیت کریمہ کے اندر آپسی اختلاف اور تنازعہ کو بزدلی کا سبب قرار دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ جب بزدلی پیدا ہوگی تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور تم کمزور ہو جاؤ گے اور دنیا میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ کیا آج مسلمانوں کی یہ حالت نہیں ہے، ہم اپنے ملک ہندوستان کی بات کریں تو یہ بات بالکل اظہر من الشمس ہے کہ ہم مسلمان آپس میں اتنا اختلاف رکھتے ہیں کہ ہم ملی مفاد کے لئے بھی ایک پلیٹ فارم پر جمع نہیں ہو سکتے، مسلکی اختلاف کا یہ حال ہے کہ ہم اپنے مخالف مسلک والوں کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ سیاسی اختلاف الگ ہے جس کا مظاہرہ ہم موقع بموقع کرتے رہتے ہیں۔

ہمارا اسلام وہ مذہب ہے جس نے اپنی آمد کے اول دن ہی سے تعلیم پر زور دیا ہے۔ اس دین کی پہلی تعلیم 'اقرأ باسم ربك الذي خلق' (العلق: ۱) پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، سے شروع ہورہی ہے۔ یعنی سب سے پہلے پیغمبر اسلام ﷺ کے ذریعہ انسانیت کو جس چیز کی دعوت دی گئی وہ تعلیم ہے، اس لئے کہ علم ہی دراصل روشنی ہے اور اسی سے تمام بھلائیاں پھوٹتی ہیں، لیکن اس قوم مسلم کا اس وقت یہ حال ہے کہ جہالت، ناخواندگی، علم سے دوری اور لاعلمی میں اس کی مثال دی جاتی ہے۔ مسلم بچے اگر کچھ دنیاوی تعلیم حاصل کر بھی لے رہے ہیں تو وہ اپنے بنیادی عقیدے، قرآنی تعلیمات اور اسلامی اصول ومبادیات سے یکسر جاہل نظر آتے ہیں۔

بہت سارے مسلم وغیر مسلم مصنفین نے ملت اسلامیہ کے زوال کے اسباب پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے، ان اسباب

کا مختصر جائزہ لیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ملت اسلامیہ کے زوال کے بنیادی اسباب ہیں: مسلم حکمرانوں کی کتاب وسنت اور تعلیمات اسلام سے دوری، ان کی عیش پرستی، ان کے ظلم وجور، حدود اسلامیہ سے ان کا نکل جانا وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں، حکمراں کے ساتھ عام مسلمانوں کی دین سے دوری اور کتاب وسنت سے ان کا رشتہ کٹ جانا بھی امت اسلامیہ کے اسباب زوال میں سے اہم سبب ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ نے سچ کہا ہے:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

اگر ہم اپنی عظمت رفتہ کو واپس لانا چاہتے ہیں، اپنی ابتدائی حیثیت ومقام کو پھر سے بحال کرنا چاہتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ ہم دنیا میں ایک باعزت، غیور، بلند ہمت وبلند حوصلہ قوم کہلائیں تو ہمیں پھر سے اسلام، اسلامی تعلیمات، اسلامی تہذیب وثقافت اور اسلامی اقدار وروایات کی طرف واپس آنا ہوگا۔ اللہ سے اپنا رشتہ مضبوط کرنا ہوگا۔ اللہ کی رضا وخوشنودی کی خاطر ہمیں اعمال صالحہ کرنے ہوں گے۔ مسلم حکومتوں اور مسلم حکمراں کو اسلام اور اسلامی تعلیمات کو ہر چیز پر مقدم رکھنا ہوگا اور انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ یاد رکھنا ہوگا، آپ نے کہا تھا: "نحن قوم أعزنا الله بالإسلام فإن ابتغينا العزة بغيره أذلنا الله". (البداية والنهاية: ٤/٥٥، مستدرك للحاكم: ١/٢٣٧) ہم وہ قوم ہیں جسے اللہ نے اسلام کے ذریعہ عزت بخشی ہے اگر ہم اسلام کے بغیر عزت ڈھونڈیں تو اللہ ہمیں ذلیل وخوار کردے گا۔

الٰہا ہماری عزت کو دوبارہ بحال کردے اور ہمارا رشتہ دین سے مضبوط کردے، آمین۔

☆☆☆

مطالعۂ تاریخ:اہمیت وفوائدوضرورت

ڈاکٹرعبدالحلیم بسم اللہ

(قسط اول)

یہ مقالہ دراصل "برنامج إتقان لتنمية المهارات العلمية والثقافية" کی جانب سے منعقد پروگرام میں مورخہ ۳/اگست ۲۰۲۳ء کو طلبہ کے سامنے پیش کیا گیا تھا جسے طلبہ نے بے حد پسند کیا اور اس سے مستفید ہوئے، جس میں علم تاریخ کا معنی ومفہوم، اچھے مورخ کے اوصاف، تاریخ کے ادوار، علم تاریخ کی اہمیت وضرورت وغیرہ پر نہایت ہی مختصر ومرتب انداز میں بحث کی گئی ہے۔طلبۂ عزیز کے مطالبہ پر اور قارئین 'محدث' کے افادہ کے لئے اسے نشر کیا جا رہا ہے۔

تاریخ کی تعریف:

لغت میں تاریخ کے معنی وقت کی تعیین کے ہیں۔عربی میں کہا جاتا ہے:أرّخ الكتاب وأرّخه یعنی اس نے کتاب لکھنے کی تاریخ لکھی، اور اس سے مراد ایک دن ورات یا ایک ماہ وسال یا کسی چیز کے ظہور کا وقت یا ایسا فن یا کتاب ہے جس میں مشہور آدمیوں اور بادشاہوں کے واقعات، حالات، پیدائش ووفات یا کسی عہد کے وقائع، روایات، قصے، افسانے اور جنگ نامے درج ہوں۔

اور اصطلاح میں علم تاریخ اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ بادشاہوں، نبیوں، فاتحوں اور مشہور شخصوں کے حالات اور گزرے ہوئے مختلف زمانوں کے عظیم الشان واقعات ومراسم وغیرہ معلوم ہوسکیں جو زمانہ گزشتہ کی معاشرت، اخلاق وتمدن وغیرہ سے واقف ہونے کا ذریعہ بن سکے۔

انسانی تاریخ کا آغاز:

تاریخ کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب انسان معاشرتی حالات میں داخل ہوتا ہے جب تک انسان دورِ فطرت میں رہتا تھا اسے دوسروں کی کچھ پروا نہ تھی، اس کی صرف ایک ہی ضرورت تھی کہ وہ کس طرح اپنی بھوک مٹائے، دورِ وحشت کی انسانی حالت حیوانی حالت سے ملتی جلتی تھی جب دور وحشت کا خاتمہ ہوا، انسانی معاشرہ وجود میں آیا اور باہمی ضروریات کے لئے انسان آپس میں ملے تو انسانی تاریخ کا آغاز ہوا۔

ماضی کے واقعات جاننے کی جستجو:

جوں جوں انسان نے تہذیب وثقافت میں قدم آگے بڑھائے اس کا ماضی کے حالات دریافت کرنے کا شوق بڑھتا گیا کہ اس کی بدولت وہ ترقی کررہا تھا اس کے ساتھ ساتھ انسان کو یہ فکر دامن گیر ہوتی کہ آنے والی نسلیں کہیں اس کے قیمتی تجربات سے محروم نہ ہوجائیں، ان قیمتی تجربات کو محفوظ کرنے کی کوششیں شروع ہوئیں اور فن تحریر ایجاد ہوا۔ پہلے تو قیمتی تجربات سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے

اس کے بعد پتھروں، درختوں کی چھالوں، جانور کی کھالوں، پتوں اور پھر صفحۂ قرطاس پر اتارے جانے لگے۔ آریوں کی وید، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرامین، زبور، تورات، فراعین کے اہرام، اشوک کی لاٹیں یہ سب قدیم تاریخیں ہیں جو انسانوں کے تاریخی ذوق وورثہ کا پتا دیتی ہیں۔

تاریخ کے فوائد:

تاریخ کا مطالعہ حوصلہ کو بلند کرتا ہے، ہمت کو بڑھاتا ہے، نیکیوں کی ترغیب دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے دانائی اور بصیرت ترقی کرتی ہے، دوراندیشی بڑھتی ہے اور احتیاط کی عادت پیدا ہوتی ہے، دل سے رنج وغم دور ہو کر مسرت وخوشی میسر ہوتی ہے۔ تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرنے والوں میں احقاق حق اور ابطال باطل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اس کے مطالعہ سے صبر واستقلال کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ علم تاریخ عبرت آموزی کا بہترین ذریعہ ہے، اس کے مطالعہ سے انسان ہر وقت اپنے آپ کو بادشاہوں، فاتحوں، حکیموں، عالموں اور باکمالوں کی مجلس میں موجود دیکھتا ہے اور ان تمام معززین سے استفادہ کرتا ہے، بڑے بڑے بادشاہوں، وزیروں، سپہ سالاروں اور حکیموں سے جو غلطیاں سرزد ہوئیں تاریخ کا مطالعہ کرکے یہ ان سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

مورخ:

بہترین مورخ وہ ہوتا ہے جو سلیم الطبع اور تعصب سے پاک ہو، جو کچھ لکھے حقیقت پر مبنی ہو نہ کسی بات کو چھپائے، نہ کوئی غلط بات اپنی طرف سے بڑھائے، جہاں کہیں کم عقل لوگوں کے ٹھوکر کھانے اور غلط فہمی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو وہاں اس واقعہ کے متعلق اپنی طرف سے تشریح کر دینا اور حقیقت کو سمجھا دینا جائز ہے، مورخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ نہ کسی کی خوشامد کرے اور نہ کسی سے عداوت رکھے، مورخ کی عبارت سادہ اور عام فہم ہونی چاہئے، تکلفات اور قافیہ بندی کی قید سے آزاد ہونی چاہئے تاکہ تاریخ نویسی کی حیثیت فوت نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ جو تاریخیں نظم میں لکھی گئی ہیں وہ عموماً پایۂ اعتبار سے ساقط سمجھی جاتی ہیں۔ مورخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ امانت ودیانت میں ممتاز ہو، صدق مقال اور حسن اعمال میں خصوصی امتیاز رکھتا ہو، جھوٹ سے کوسوں دور اور بے ہودہ سرائی سے اسے نفور ہو۔

تاریخ کی تدوین وترتیب میں مورخ کو بڑی کاوش وجاں کاہی سے کام لینا پڑتا ہے، پھر بھی حقیقت واصلیت تک رسائی یقینی نہیں ہوتی، علم ہیئت، علم تمدن اور مذاہب عالم سے واقف ہونے کے ساتھ ہی مورخ کو ذہین، نکتہ رس، منصف مزاج، ساتھ ہی ادیب اور قادر الکلام بھی ہونا چاہئے تاکہ مافی الضمیر کو بہ آسانی ادا کر سکے۔

قارئین تاریخ:

جس طرح تاریخ کا مرتب کرنا اور تاریخ کی کتاب لکھنا بے حد دشوار اور مشکل کام ہے اسی طرح تاریخ کا مطالعہ کرنا اور اس مطالعہ سے کما حقہ فائدہ اٹھانا بھی کوئی آسان کام نہیں، تاریخ پڑھنے والوں کو چاہئے کہ حالات رفتگان کے مطالعہ کو عبرت آموزی کا ذریعہ سمجھیں، پہلے لوگوں کی غلطیوں اور بداعمالیوں کے بدنتائج سے واقف ہو کر ان غلطیوں اور بداعمالیوں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنے کا عزم صمیم کرتے جائیں، نیک کاروں کی نیکیوں کے

بہترین نتائج سے مطلع ہوکر ان نیکیوں کے عامل بننے پر آمادہ ہوجائیں، کسی ایسے شخص کو برا بھلا کہنا یا گالی دینا جو اس دنیا کے تماشا گاہ سے رخصت ہو چکا ہے جو اں مردی سے بعید ہے، ہاں کسی گزرے ہوئے سے محبت کا اظہار اور اس کے لئے دعائے خیر کرنا اور اس کی برائیوں کی نیک تاویل کرنا کوئی عیب کی بات نہیں، ملکوں، شہروں، پہاڑوں، صحراؤں، بازاروں کی سیر کرنا اور تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرنا ایک دوسرے سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں، فرق صرف اس قدر ہے کہ ملکوں اور شہروں کا سیاح اپنی ساری عمر سیاحت وسفر سے جو تجربہ حاصل کرسکتا ہے تاریخی کتابوں کا پڑھنے والا اس سے زیادہ قیمتی تجربہ اپنے ایک دن یا ایک ہفتہ کے مطالعہ سے کرسکتا ہے، تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرنے والا جس قدر بے جا تعصب میں مبتلا ہوگا اسی قدر اس کے تاریخی مطالعہ کا نفع کم ہوگا۔

تاریخ کے مآخذ ومصادر:

تاریخ کے مآخذ ومصادر کو عموماً تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جو درج ذیل ہیں:

۱- آثار مضبوطہ: اس سے مراد ہر قسم کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں مثلاً کتابیں، یادداشتیں، دفتروں کے کاغذات، پروانے، فیصلے، دستاویز اور احکام وغیرہ۔

۲- آثار منقولہ: اس سے مراد عوام الناس میں زبان زد باتیں ہیں مثلاً کہانیاں، نظمیں، ضرب الامثال وغیرہ۔

۳- آثار قدیمہ: اس سے مراد پرانے زمانے کی نشانیاں ہیں مثلاً شہروں کے کھنڈرات، قلعے، مکانات، عمارتوں کے کتبے، پتھروں کی تصویریں، پرانے زمانے کے ہتھیار، سکے، برتن وغیرہ۔

لیکن ان تینوں اقسام کے سامانوں سے فائدہ اٹھانا اور تاریخ مرتب کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ اس کے لئے اعلیٰ درجہ کی ذہانت، محنت، ہمت، شوق اور بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح قوموں کے مخصوص مراسم، عادات وخصائل، جغرافیائی حالات بھی ایک مورخ کے لئے کافی مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

اقسام تاریخ:

مختلف اعتبارات سے تاریخ کی بہت سی قسمیں ہوسکتی ہیں لیکن علمائے تاریخ اسے عام طور سے دو اعتبار سے تقسیم کرتے ہیں:

۱- باعتبار کمیت: اس کی دو قسمیں ہیں، تاریخ عام اور تاریخ خاص۔

تاریخ عام: وہ تاریخ ہے جس میں ساری دنیا کے آدمیوں کا حال بیان کیا جائے جیسے انسائیکلوپیڈیا یا تاریخ عالم از ولیم ایل لینگر۔

تاریخ خاص: وہ تاریخ ہے جس میں کسی ایک قوم یا ایک ملک یا ایک خاندان کی سلطنت کا حال بیان کیا جائے، جیسے تاریخ اسلام از اکبر شاہ نجیب آبادی۔

۲- باعتبار کیفیت: اس کی بھی دو قسمیں ہیں، روایتی تاریخ اور درایتی تاریخ۔

روایتی تاریخ: وہ تاریخ ہوتی ہے جس میں راوی کا بیان اس کے مشاہدہ کی بنیاد پر درج کیا گیا ہو اور اس واقعہ کو مورخ نے براہ راست خود مشاہدہ کیا ہو یا اس واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کے متعلق قابل قبول اور تسکین بخش

روایتیں مورخ کو حاصل ہوگئی ہوں، ایسی تاریخیں سب سے زیادہ مفید اور قابل قدر سمجھی جاتی ہیں اور اس میں قیاس اور اندازے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

درایتی تاریخ: اس تاریخ کو کہتے ہیں جو محض آثار قدیمہ وآثار منقولہ اور عقلی قیاس آرائیوں کے ذریعہ ترتیب دی گئی ہو اور قارئین کو عہد مورخ یا عہد راوی کا بیان اس کے متعلق مطلقاً دستیاب نہ ہوسکتا ہو جیسے قدیم مصر، قدیم عراق، قدیم ایران کی تاریخیں جو آج کل لکھی گئی ہیں، ان تاریخوں سے بہت کچھ فائدے حاصل ہو سکتے ہیں لیکن یقینی علم کسی طرح میسر نہیں ہوسکتا۔

تاریخی زمانے:

بعض مورخین نے تاریخ کو تین زمانوں میں تقسیم کیا ہے۔(۱) قرون اولیٰ (۲) قرون وسطیٰ (۳) قرون متاخرہ

قرون اولیٰ میں ابتدائے عالم سے لے کر سلطنت روما کے آخر تک کا زمانہ شامل ہے۔

قرون وسطیٰ میں سلطنت روما کے آخر زمانہ سے لے کر فتح قسطنطنیہ تک کا زمانہ شامل ہے۔

قرون متاخرہ میں فتح قسطنطنیہ سے لے کر تا حال کا زمانہ شامل ہے۔

تاریخ اسلام:

تاریخ اسلام کا آغاز آخری نبی محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہی سے ہوتا ہے، تاریخ اسلام تقریباً ساڑھے چودہ صدیوں کے واقعات، حادثات، نشیب وفراز اور احوال وحالات پر مشتمل ہے۔تاریخ اسلام، پیغمبر اسلام اور مذہب اسلام کو دیگر مذاہب پر فوقیت حاصل ہے کیونکہ آپ کی تاریخ روشن ومستند ہے اس اعتبار سے دیگر رہنما ہمارے نبی ﷺ کی برابری نہیں کر سکتے، چنانچہ آپ ﷺ کی زندگی کی دقیق باتیں اور اس کے جزئیات آج بھی ہمارے پاس قطعی اور مسلم طور پر موجود ومحفوظ ہیں، آپ کا سال ولادت، ماہ ولادت، روز ولادت تاریخ کے سینے میں درج ہے۔ دوران شیر خوارگی، وہ زمانہ جو آپ نے بادیہ میں بسر کیا، وہ دور جب آپ سن بلوغ کو پہنچے، وہ سفر جو آپ نے ملک عرب سے باہر کئے، وہ مشاغل جو آپ مبعوث برسالت ہونے سے پہلے انجام دیئے ہیں وہ ہمیں بخوبی معلوم ہیں۔ آپ نے کس سال شادی کی، اس وقت آپ کی عمر کیا تھی، آپ کی ازواج کے بطن سے کتنے بچوں نے ولادت پائی اور کتنے بچے آپ کی وفات سے قبل اس دنیا سے کوچ کر گئے، وفات کے وقت آپ کی عمر کیا تھی، یہ سارے واقعات رسالت سے پہلے کے ہیں، اس کے بعد کے واقعات اور بھی دقیق ہو جاتے ہیں۔تفویض رسالت جیسا عظیم واقعہ کب پیش آیا، وہ پہلا شخص کون تھا جو مسلمان ہوا، اس کے بعد کون شخص مشرف بہ اسلام ہوا، آپ کی لوگوں سے کیا گفتگو ہوئی، آپ نے کیا کارنامے انجام دیئے اور کیا طریقۂ کار اختیار کیا، سب دقیق طور پر تاریخ کے صفحات میں روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔

ان خصوصیات کا سرچشمہ سیرت وسنت رسول ہے اور یہ مسلمانوں کے لئے قطعی حجت ودلیل ہے چنانچہ وہ اسی کی پیروی کرتے ہیں۔

(جاری)

☆☆☆

سنن رواتب کے احکام ومسائل

ڈاکٹر عبد الصبور ابوبکر
استاد حدیث، جامعہ سلفیہ، بنارس

(گیارہویں قسط)

سنن راتبہ اور سلف صالحین:

اسلاف کرام رحمہم اللہ سننِ راتبہ اور عام نفلی نمازوں کا حددرجہ اہتمام کرتے تھے۔کسی بھی حدیث پر عمل کرنے کے لئے ان کے یہاں بس یہی کافی تھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔وہ سنت پر عمل کے اس قدر شیدائی تھے کہ عملی طور پر فرض اور نفل میں فرق ہی نہیں کرتے تھے۔

ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ولقد كان صَدرُ الصحابة، ومَن بعدهم يثابرون على فعل السنن والفضائل مثابرتَهُم على الفرائض، ولم يكونوا يفرِّقون بينهما في اغتنامِ ثوابهما"(۱)۔

''صدر اول میں صحابہ اور تابعین سنتوں اور فضائل اعمال پر فرائض کی طرح ہمیشگی برتتے تھے اور ثواب کوغنیمت جاننے میں فرائض اور نوافل کے درمیان کوئی تفریق نہیں کیا کرتے تھے''۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت غیر مؤکدہ کوبھی نہیں چھوڑتے تھے،انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كنا بالمدينة، فإذا أذّن المؤذِّن لصلاة المغرب ابتدروا السواري فيركعون ركعتين ركعتين حتى إنّ الرجل الغريب ليدخل المسجد فيحسب أنّ الصلاة قد صُلِّيَتْ، من كثرة مَن يصلّيهما"(۲)

''ہم مدینہ میں تھے جب مؤذن مغرب کی نماز کے لئے اذان دیتا تو لوگ ستونوں کی طرف لپک پڑتے اوردودو رکعت نفلی نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ اگر کوئی اجنبی شخص مسجد میں داخل ہوتا توسمجھتا کہ مغرب کی نماز ختم ہوچکی ہے۔ اس کثرت سے لوگ اس سنت کو پڑھتے تھے''۔

ایک روایت میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کبار صحابہ کو دیکھا کہ مغرب کی اذان کے وقت ستونوں کی طرف لپک جاتے تھے(۳)۔

صحابہ کرام مغرب سے پہلے کی نفلی نماز کی اس قدر پابندی اس لئے کیا کرتے تھے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا:

"صلُّوا قبل صلاة المغرب"(۴)۔

''مغرب کی فرض نماز سے پہلے (نفلی) نماز پڑھو''۔

سلف صالحین کی سنن راتبہ پر ہمیشگی برتنے کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا:

"من صلى اثنتى عشرة ركعة فى يوم وليلة، بنى له بهن بيت فى الجنة".

''جس نے دن اور رات میں بارہ رکعت نفلی نماز پڑھی،اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنادیا گیا''۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:"فما تركتهن منذ سمعتهن من رسول الله ﷺ".

''جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوان نوافل کی فضیلت بیان کرتے ہوئے میں نے سنا ہے کبھی انہیں ترک نہیں کیا ہے''۔

اورام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے ان کے بھائی عنبسہ بن ابی سفیان کہتے ہیں: "فما تركتهن منذ سمعتهن من أم حبيبة"

''جب سے میں نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ان سنتوں کی فضیلت کے بارے میں سنا ہے انہیں کبھی نہیں چھوڑا ہے''۔

اورعنبسہ کے شاگرد عمرو بن اوس رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"ما تركتهن منذ سمعتهن من عنبسة"

''جب سے میں نے انہیں عنبسہ سے سنا ہے کبھی ترک نہیں کیا ہے''۔

اورعمرو بن اوس سے روایت کرنے والے نعمان بن سالم کہتے ہیں:"ما تركتهن منذ سمعتهن من عمرو بن أوس".

''جب سے میں نے انہیں عمرو بن اوس سے سنا ہے کبھی نہیں چھوڑا ہے''(۵)۔

سننِ رواتب پر ہمیشگی برتنے کے فوائد:

پابندی کے ساتھ سنت مؤکدہ پڑھنے کے بے شمار فوائد میں سے بعض یہ ہیں:

یہ نوافل یادِ الٰہی اور قربتِ باری کا بہترین ذریعہ ہیں، تقوی شعاری کی علامت ہیں۔ نیکیوں میں اضافے اور گناہوں کے کفارے کا سبب ہیں، دنیا میں علوِ منزلت اور آخرت میں اجرِ عظیم اور رفعِ درجات کا ذریعہ ہیں، ان پر ہمیشگی برتنے سے انسان اطاعتِ الٰہی کا عادی بن جاتا ہے۔ دلوں میں نماز اور دیگر عبادتوں کی محبت بڑھ جاتی ہے۔ اللہ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے اور اللہ کی محبت اور جنت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل ہوتی ہے۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالی نے ارشادفرمایا:

"مَن عادى لى وليًا فقد آذنتُه بالحرْب، وما تقرّب إلىّ عبدى بشىءٍ أحبَّ إلىّ مما افترضتُ عليه، وما يزال عبدى يتقرّبُ إلىّ بالنّوافل حتى أحبَّه، فإذا أحببتُه كنتُ سمْعَه الذى يسمَع به، وبصَرَه الذى يُبصِر به، ويدَه التى يبطِش بها، ورِجلَه التى يمشى بها، وإنْ سألنى لأعطينَّه، ولئن استعاذنى لأعيذنَّه..."(٦)۔

''جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ جن عبادتوں سے میرا تقرب حاصل کرتا ہے ان میں سے کوئی عبادت مجھے اتنی پسند نہیں جس قدر وہ عبادت پسند ہے جو میں نے اس پرفرض کی ہے۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ برابر میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے

محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے دیتا ہوں اور اگر میری پناہ چاہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں“۔

سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”كنتُ أبيتُ مع رسولِ الله ﷺ فأتيتُه بوَضوئه وحاجته، فقال لی: "سلْ "فقلت: أسألك مرافقتَك فی الجنة .قال: "أو غير ذلك؟ "قلتُ: هو ذاك .قال: "فأعنّی علی نفسك بكثرة السُّجود“.(۷)۔

”میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات گزارتا اور آپ کے لیے وضو کے پانی اور دیگر ضروریات کا انتظام کرتا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ”کچھ مانگو“ میں نے عرض کیا کہ جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: اور کچھ؟ میں نے کہا: بس یہی چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: پھر کثرتِ سجود کے ذریعہ تم اپنے لیے میری مدد کرو“۔

سنن ونوافل کی پابندی جنت کے حصول اور جہنم سے نجات کا بہترین ذریعہ ہے، جیسا کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں گزرا کہ جو شخص دن ورات میں بارہ رکعت سنت مؤکدہ پڑھتا ہے اللہ تعالی اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے۔

خشوع وخضوع اور نماز کے کامل ارکان وواجبات کی رعایت کے باوجود فرض کی ادائیگی میں نقص کا کوئی نہ کوئی پہلو باقی رہ جاتا ہے، کسی بھی شخص کی نماز ہر اعتبار سے مکمل نہیں ہوتی ہے اسی لیے شریعت نے سنن راتبہ پڑھنے کا حکم دیا ہے تاکہ ان کے ذریعہ فرائض میں رہ جانے والی کمی اور نقص کی تلافی ہوجائے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إنَّ أولَ ما يُحاسَبُ الناسُ به يومَ القيامة من أعمالهم الصلاةُ "قال: "يقول ربنا عز وجل لملائكتِه وهو أعلمُ: انظُروا فی صلاةِ عَبدی أتَمها أم نَقَصها، فإن كانت تامّةَ كُتِبَت له تامَة، وإن كان انتَقَصَ منها شيئاً قال: انظُروا، هل لعَبدی من تَطوُّعٍ؟ فإن كان له تطوع قال: أتِمّوا لعَبدی فَريضتَه من تَطوُّعِه .ثم تُؤخَذُ الأعمالُ علی ذاكُم“.(۸)۔

”روز قیامت لوگوں کے اعمال میں سب سے پہلے ان کی نماز کا حساب ہوگا، اللہ عزوجل فرشتوں سے فرمائے گا اور وہ خود ان سے بہتر جانتا ہوگا کہ میرے بندے کی فرض نماز کو دیکھو کہ کیا وہ کامل ہے یا اس میں کچھ کمی ہے؟ پھر اگر اس کی فرض نماز مکمل ہوئی تو پوری کی پوری لکھ دی جائے گی اور اگر اس میں کچھ کمی ہوئی تو اللہ تعالی فرمائے گا کہ دیکھو، کیا میرے بندے کی کوئی نفلی نماز بھی ہے؟ اگر اس کی نفلی نماز ہوئی تو فرمائے گا کہ میرے بندے کے فرض کی کوتاہی کو نفلی نماز سے دور کردو، پھر اسی اعتبار سے دیگر اعمال کا حساب وکتاب ہوگا“۔

سنن ونوافل کے اہتمام کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ جو شخص سنتوں کا اہتمام کرتا ہے وہ عموماً اپنی روزمرہ کی زندگی میں نظام الاوقات کا پابند اور وقت کا قدرداں ہوجاتا ہے۔ فضولیات سے خود کو محفوظ کرلیتا ہے۔ وقت پر فرض نمازوں کی ادائیگی کا بڑا حریص ہوتا ہے، اس کی فرض نمازیں فوت نہیں

ہوتی ہیں نیز اطمنان اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے گویا سنن مؤکدہ فرض نمازوں کی حفاظت ونگہبانی کرتی ہیں۔مشاہدہ یہی بتلاتا ہے کہ جو شخص سنن رواتب کی ادائیگی کا پابند نہیں ہوتا ہے وہ عموما فرض نمازوں میں بھی سستی اور کوتاہی کرتا ہے۔پہلی صف کی فضیلت اور امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ پالینے کے ثواب سے اکثر محروم رہتا ہے۔بیشتر اوقات نماز میں مسبوق ہوتا ہے اور عجلت میں فرض نماز پڑھ کر مسجد سے نکل جانے کے فراق میں رہتا ہے۔

شمس الدین زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"من داوم على ترك السنن الراتبة ردت شهادته لا لارتكابه محرما، بل لأن من هذه حاله لا يؤمن أن يترك شيئا من الفرائض"(۹)۔

''جس نے ہمیشگی کے ساتھ سنن راتبہ ترک کیا اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اس لیے نہیں کہ اس نے کسی حرام چیز کا ارتکاب کیا ہے بلکہ اس لیے کہ جس کی یہ عادت ہوتی ہے وہ بعض فرائض کو ترک کرنے سے مامون نہیں ہوتا ہے''۔

متفرق مسائل:

افضل سنت مؤکدہ:

مختلف احادیث اور اہلِ علم کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ سننِ رواتب میں سب سے افضل وتر کی نماز ہے، پھر فجر کی دو رکعتیں ہیں، پھر مغرب کی سنت پھر ظہر اور عشا کی سنتیں۔

سنن رواتب میں نماز وتر کے لیے سب سے زیادہ تاکیدی حکم ہے یہاں تک کہ بعض اہل علم نے اسے واجب کہا ہے۔

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"يا أهل القرآن أوتروا، فإن الله وتر، ويحب الوتر" (۱۰)۔

''اے اہل قرآن !وتر پڑھو، کیونکہ اللہ تعالی وتر ہے اور وہ وتر کو پسند فرماتا ہے''۔

دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الوتر حقٌّ على كل مسلم"(۱۱)۔ وتر ہر مسلمان پر ثابت ہے۔

وتر کی اہمیت کی وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں بھی اس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

"كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر على راحلته"(۱۲)۔

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر وتر کی نماز پڑھتے تھے''۔

فجر کی سنتوں کے بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"إن رسول الله ﷺ لم يكن على شيء من النوافل أشد منه تعاهدا على ركعتي الفجر"(۱۳)۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی نفلی نماز کی فجر کی دو رکعتوں سے زیادہ پابندی نہیں کرتے تھے''۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے: "ولم يكن يدعهما أبدا"(۱۴) ان دونوں رکعتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ترک نہیں کرتے تھے۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وكان من هديه ﷺ في سفره الاقتصار

على الفرض، ولم يحفظ عنه أنه ﷺ صلى سنة الصلاة قبلها ولا بعدها إلا ما كان من سنة الوتر والفجر، فإنه لم يكن يدعها حضرا ولا سفرا"(۱۵)۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی کہ آپ سفر میں فرض نمازوں پر اکتفا کیا کرتے تھے، سفر میں کسی سنت قبلیہ یا بعدیہ کا پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے سوائے فجر اور وتر کی سنتوں کے کہ انہیں آپ نہ سفر میں چھوڑتے تھے اور نہ حضر میں''۔

حدیث میں مغرب کی سنتوں کی ادائیگی پر خصوصی تاکید آئی ہے، چنانچہ محمد بن لبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قبیلہ بنو عبدالاشہل میں تشریف لائے اور ہماری مسجد میں ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی پھر سلام پھیرنے کے بعد مغرب کی دوسنتوں کے بارے میں فرمایا:

"اركعوا هاتين الركعتين فی بيوتكم"(۱۶)

''ان دونوں رکعتوں کو اپنے گھروں میں پڑھا کرو''۔

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"صلى النبی ﷺ فی مسجد بنی عبد الأشهل المغرب، فقام ناس يتنفلون فقال النبی ﷺ: "عليكم بهذه الصلاة فی البيوت"(۱۷)۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبدالاشہل کی مسجد میں مغرب کی نماز پڑھی، پھر کچھ لوگ کھڑے ہو کر مغرب کی سنت پڑھنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس نماز کو گھروں میں پڑھو''۔

ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کی دوسنتوں کا خاص اہتمام کرنا چاہیے اور انہیں گھروں میں پڑھنا افضل ہے نیز مسجد میں پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ جو صحابہ کرام مغرب کی سنت مسجد میں پڑھنے لگے تھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل عمل یعنی گھروں میں پڑھنے کی ان کی رہنمائی فرمائی مگر انہیں نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا۔

سنن رواتب کی ادائیگی میں سستی وکاہلی برتنا:

آج مسلمانوں کی اکثریت پنج وقتہ فرض نمازوں کو ترک کر چکی ہے اور جو نمازی ہیں ان کی ایک بڑی تعداد سننِ رواتب کی ادائیگی میں سستی وکاہلی کا شکار ہے، خصوصًا ظہر کی قبلی سنت دن بدن متروک ہوتی جارہی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ہمارا یہ حال سنن مؤکدہ کے ساتھ ہے تو تہجد اور عام نفلی نمازوں کی ادائیگی میں ہم کس قدر کوتاہ ہوں گے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مگر ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اگر ہم عام نفلی نمازوں میں کوتاہی برتیں گے تو اس کا منفی اثر ہمیں سنن مؤکدہ میں نظر آئے گا اور اگر ہم سنن مؤکدہ میں کوتاہی برتیں گے تو اس کا لازمی منفی اثر فرض نمازوں کے اہتمام اور خشوع وخضوع میں نظر آئے گا۔ جو یقیناً بڑے خسارے کا سودا ہے۔

سنن مؤکدہ کو لگاتار چھوڑنا دین میں نقص کی دلیل ہے۔

ابن عقیل حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "إن الإدمان على ترك السنن الرواتب غير جائز"(۱۸)۔

''سنن رواتب چھوڑنے کی عادت بنا لینا جائز نہیں ہے''۔

ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"من داوم على ترك السنن كان نقصا فی دينه فإن كان تركها تهاونا بها ورغبة عنها كان ذلك فسقا يعنی لورود الوعيد عليه حيث

قال ﷺ: "من رغب عن سنتي فليس مني"، وقد كان صدر الصحابة ومن تبعهم يواظبون على السنن مواظبتهم على الفرائض ولا يفرّقون بينهما في اغتنام ثوابهما"(۱۹)۔

''جس نے ہمیشگی کے ساتھ سنتوں کو ترک کیا تو یہ اس کی دینداری میں کمی کی دلیل ہے اور جس نے کاہلی اور بے رغبتی کرتے ہوئے سنتوں کو ترک کیا تو یہ فسق ہے کیونکہ اس کے متعلق وعید وارد ہوئی ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقے پر نہیں۔ صدر اول میں صحابہ کرام اور تابعین عظام سنن پر اسی طرح ہمیشگی برتتے تھے جیسے فرائض پر برتتے تھے، حصول ثواب میں وہ فرائض اور سنن کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے تھے''۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"من أصر على تركها أي: السنن الرواتب دل ذلك على قلة دينه، وردت شهادته في مذهب أحمد، والشافعي، وغيرهما"(۲۰)۔

جس نے سننِ رواتب چھوڑنے پر اصرار کیا ہے تو یہ اس کے دین میں نقص کی دلیل ہے۔ امام احمد اور امام شافعی وغیرہ کے نزدیک اس کی گواہی رد کردی جائے گی۔

خطیب شربنی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"المداومة على ترك السنن الراتبة ومستحبات الصلاة تقدح في الشهادة لتهاون مرتكبها بالدين وإشعاره بقلة مبالاته بالمهمات" (۲۱)۔

''سننِ رواتب اور نماز کے مستحب اعمال کو ہمیشگی کے ساتھ چھوڑنا آدمی کی گواہی کے لیے نقصان دہ ہے کیونکہ وہ دین میں سستی اور ضروری امور میں لاپرواہی کی وجہ سے اس کا ارتکاب کرتا ہے''۔

جان بوجھ کر وتر چھوڑنے والے پر انتہائی سخت کلام کرتے ہوئے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

"من ترك الوتر فهو رجل سوء، لا شهادة له"(۲۲)۔

''جس نے نماز وتر چھوڑی وہ برا آدمی ہے، اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی''۔

امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی گواہی اس لیے قبول نہیں کی جائے گی کہ جو شخص تاکیدی حکم ہونے کے باوجود وتر کی پرواہ نہیں کرتا ہے وہ اپنی گواہی میں بھی لاپرواہی برت سکتا ہے۔

کیا سننِ رواتب کا تارک گناہ گار ہوگا؟

جو سننِ رواتب کو حقیر اور معمولی سمجھ کر ترک کرتا ہے یا ان کا مذاق اڑاتا ہے اور ناقدری کرتا ہے تو یقیناً وہ گناہ گار ہوگا بلکہ اس کا یہ عمل اسے کفر تک پہنچا سکتا ہے اور عذر شرعی کی بنیاد پر ان سنتوں کا ترک کرنے والا معذور ہے بلکہ وہ ان کی ادائیگی کا ثواب بھی حاصل کرسکتا ہے البتہ بلا کسی شرعی عذر کے محض غفلت کی وجہ سے ان سنتوں کو چھوڑنے والا ایک بڑی فضیلت اور اجر عظیم سے محروم ہوتا ہے لیکن کوئی بھی ایسی دلیل موجود نہیں ہے کہ غفلت کی بنا پر سنن رواتب کا تارک گناہ گار ہوگا۔

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن أعرابيًا جاء إلى رسول الله ﷺ ثائرَ الرأس، فقال: يا رسول الله، أخبِرْني ماذا

فرض الله عليّ من الصلاة؟ فقال: الصلوات الخمس إلا أن تطوّع شيئًا، فقال: أخبِرْني بما فرض الله عليّ من الصيام؟ قال: شهر رمضان إلا أن تطوّع شيئًا، قال: أخبِرْني بما فرض الله عليّ من الزكاة؟ قال: فأخبره رسول الله صلى الله عليه وسلم شرائعَ الإسلام .قال: والذى أكرمك لا أتطوع شيئًا ولا أنقص مما فرض الله عليّ شيئًا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أفلح إن صدق، أو: دخل الجنة إن صدق(۲۳)۔

''ایک پراگندہ حال دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بتائیے کہ اللہ نے مجھ پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں مگر یہ کہ تم اپنی طرف سے کچھ نفلی نمازیں پڑھ لو، اس نے کہا: بتائیے کہ اللہ نے مجھ پر کتنے روزے فرض کیے ہیں؟ آپ نے کہا: رمضان کے مہینے کے، مگر یہ کہ تم اپنی طرف سے کچھ نفلی روزے رکھ لو، اس نے کہا: مجھے خبر دیجیے کہ کس طرح اللہ نے مجھ پر زکاۃ فرض کی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کے مختلف احکام کے بارے میں خبر دی، تو دیہاتی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت بخشی ہے نہ میں کوئی بھی نفلی عمل کروں گا اور نہ ہی اس میں کوئی کوتاہی کروں گا جو اللہ نے مجھ پر فرض کر دیا ہے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ اپنے قول میں سچا ہے تو کامیاب ہو گیا یا جنت میں داخل ہو گیا''۔

یہ حدیث اس بات کے لیے صریح دلیل ہے کہ جو صرف فرائض کا اہتمام کرے اور سننِ رواتب اور دیگر نفلی عبادتوں کو ترک کر دے وہ گنہ گار نہیں ہوگا۔

البتہ قاضی ابو یعلی رحمہ اللہ کا یہ فرمانا: "من داوم على ترك السنن الرواتب أثم"(۲۴) کہ جس نے برابر سنن راتبہ کو ترک کیا وہ گنہ گار ہوگا، اس سے ان کی مراد یہ نہیں ہے کہ وہ سنن راتبہ کے چھوڑنے پر گنہ گار ہوگا بلکہ اس بات پر گنہ گار ہوگا کہ اس کا یہ عمل بعض فرائض چھوڑنے کا سبب بنے گا جیسا کہ زرکشی رحمہ اللہ کے کلام میں گزرا۔

سنن رواتب کو فرائض کا درجہ دینا:

کچھ لوگ سننِ رواتب کا بالکل اہتمام نہیں کرتے ہیں جبکہ کچھ نمازی ان سنتوں کی پابندی فرض نمازوں کی طرح کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ فرائض ہی کی طرح ان نوافل کی ادائیگی بھی واجب اور ضروری ہے، ان کا چھوڑنا باعثِ گناہ ہے اسی لیے وہ ان کو ہر حال میں ادا کرتے ہیں چاہے اطمنان وسکون اور خشوع وخضوع کو بالائے طاق رکھ کر جلدی جلدی اور بیٹھ کر ہی کیوں نہ ادا کریں، اتنا ہی نہیں بلکہ ان نوافل کے چھوڑ دینے والوں پر سخت نکیر کرتے ہیں اور انہیں نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جبکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کا یہ تصور غلط ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ غیر ثابت عمل ہے اور دین میں غلو کا نتیجہ ہے۔

یقیناً ہمیں چاہیے کہ ہم سنن رواتب کا خوب اہتمام کریں، ان کی ادائیگی پر ہمیشگی برتیں، مگر ان کو فرض وواجب کا درجہ نہ دیں۔ کوئی اگر کسی وجہ سے یا یوں ہی کبھی ان سنتوں کو ترک کر دے تو اس پر سختی نہ کریں اور نہ ہی لعن طعن، کیونکہ

سنت کا معنی ہی ہوتا ہے کہ وہ انسان پر واجب نہیں ہے، اسے ترک کیا جاسکتا ہے۔مگر اسے اختیار کرنا اور ترک نہ کرنا اولی وافضل ہے۔

حواشی:

(۱)المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم(1/166)۔

(۲) صحیح البخاری (1/127)رقم:625،صحیح مسلم (1/573) رقم:837) واللفظ لہ۔

(۳) صحیح البخاری (1/106)رقم:503۔

(۴) صحیح البخاری (2/59)رقم:1183۔

(۵) صحیح مسلم (1/502)رقم:728۔

(۶) صحیح البخاری (8/105)رقم:6502۔

(۷) صحیح مسلم (1/353)رقم:489۔

(۸) سنن ابی داود (1/229)رقم: 854،سنن الترمذی (1/535)رقم:413، سنن النسائی(1/233)رقم:467، سنن ابن ماجہ(1/458)رقم:1425۔عراقی اور البانی رحمہما اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، دیکھئے: طرح التثریب (3/34)،صحیح سنن ابی داود الام(4/16)رقم:810۔

(۹) شرح الزرکشی علی مختصر الخرقی(7/337)۔

(۱۰) یہ حدیث حسن ہے اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۱۱) یہ حدیث صحیح ہے اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۱۲) صحیح مسلم(رقم:700۔

(۱۳) صحیح بخاری(2/57)رقم:1169۔

(۱۴) صحیح بخاری (2/55)رقم:1159۔

(۱۵) زاد المعاد(۱/ ۴۸۷)۔

(۱۶) مسند احمد(39/35)،38رقم:23624،23628)، صحیح ابن خزیمہ 2/209)رقم: 1200)، یہ حدیث حسن ہے کہ اس کی سند میں محمد بن اسحاق صدوق اور مدلس راوی ہے مگر اس نے امام احمد کی روایت میں سماع کی صراحت کی ہے۔ ہیثمی نے مجمع الزوائد(2/229)رقم: 3379 میں کہا:"رواه أحمد ورجاله ثقات"یعنی"اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راویان ثقہ ہیں "اور شیخ البانی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔دیکھیے : صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ (1/218)رقم:909۔

تنبیہ:اس حدیث کو ابن ماجہ نے سنن(2/242)رقم:1165 میں روایت کیا ہے مگر ان کی سند حد درجہ ضعیف ہے۔

(۱۷) سنن ابی داود(2/472)رقم:1300،جامع الترمذی (1/595)رقم: 604)،سنن النسائی (3/198)رقم: 1600، اس کی سند میں اسحاق بن کعب مجہول راوی ہے لیکن اس حدیث کو شیخ البانی نے سابقہ شاہد کی بنا پر حسن قرار دیا ہے۔دیکھیے: صحیح سنن ابی داود(5/46)رقم:1176۔

(۱۸) الانصاف،مرداوی(4/153)۔

(۱۹) فتح الباری،ابن حجر(3/265)۔

(۲۰) مجموع الفتاوی(23/127)۔

(۲۱) مغنی المحتاج،خطیب شربینی(6/354)۔

(۲۲) مسائل الامام احمد روایۃ صالح (1/333)، فتح الباری،ابن رجب(9/121)۔

(۲۳) صحیح البخاری(3/24)رقم: 1891، واللفظ لہ، صحیح مسلم(1/40)رقم:11۔

(۲۴) فتح الباری،ابن رجب(9/122)۔

☆☆☆

آرمگڈون اور جنگ عظیم (مختصر تقابلی جائزہ)

عبدالعلیم بن عبدالحفیظ سلفی

(آخری قسط)

عقائد ونظریات کے اعتبار سے آرمگڈون اور ملحمۃ کبری کے درمیان فرق:

عیسائیوں نے اس جنگ کا جو نظریہ پیش کیا ہے وہ روایتوں میں موجود الملحمۃ الکبری سے کئی امور میں متصادم ہے، بلکہ صحیح اسلامی عقائد کیخلاف بھی ہے، آیئے اس سلسلے میں چند وضاحتیں ملاحظہ کرتے ہیں:

''ھرمجدون'' یا ''أرمجدون'' نام کے کسی بھی معرکے کا ذکر نصوص شریعت میں نہیں ملتا بلکہ اس کے نام اور محل وقوع کا بیان محرف توراۃ اور انجیل سے لیا گیا ہے، جیسا کہ تلمود اور انجیل (سفر رؤیا یوحنا) کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس کی سچائی اور اور ان کے بیان کردہ تفصیل و حقیقت کی تصدیق محل نظر ہے، جبکہ ہماری شریعت میں بالتفصیل الملحمۃ الکبری کے نام سے ایک عظیم جنگ کا ذکر ضرور ملتا ہے جو برحق اور اٹل ہے۔

دنیا کے خاتمے سے قبل ایک بھیانک لڑائی کی پیشن گوئی نبی مکرم ﷺ نے کی ہے جو صحیح سندوں سے تواتر کے ساتھ مروی ہے، لہٰذا مسیحیوں کا یہ کہنا کہ ایک بھیانک جنگ ہوگی اپنی جگہ صحیح ہے، البتہ اس جنگ سے متعلق بعض نظریات اسلامی عقیدہ کے خلاف ہیں جن کا ذکر ذیل میں آرہا ہے۔

اہل کتاب کے نزدیک اس معرکے کا محل وقوع ہرمجدون نامی شہر کو بتایا گیا ہے جبکہ صحیح احادیث کے مطابق ''الملحمۃ الکبری'' کا محل وقوع شامی شہر حلب سے قریب کے دو شہر اعماق اور دابق بیان کیا گیا ہے۔ جس میں مسلمانوں کی قیادت شہر غوطہ اور مسیحیوں کی قیادت شہر اعماق یا دابق میں ہوگی۔

مسیحی نظریہ کے مطابق آرمگڈون میں رومیوں کی کمان عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوگی، جبکہ احادیث نبویہ سے علماء نے جو استنباط کیا ہے اس کے مطابق اسلامی فوج کی قیادت مہدی علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوگی، اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جنگ کے بعد ہوگا، جب دجال کا ظہور ہو چکا ہوگا۔

اسی طرح مختلف روایتوں میں اس بات کا ذکر موجود ہے کہ اسلامی فوج کی قیادت کرنے والا اللہ کے رسول ﷺ کی اولاد میں سے ہوگا۔

ان کا یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ السلام مشرقی افواج یعنی مسلمانوں پر حملہ آور ہوں گے یکسر غلط ہے، کیونکہ وہ مسلمانوں میں سے ہی ہوں گے نہ کہ بحیثیت قائدِ دینِ مسیح۔

جب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ شریعت اسلامیہ کے مطابق فیصلے کیا کریں گے، کسی مستقل رسالت اور نئی شریعت کی تبلیغ نہیں کریں گے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ"۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ زمانہ آنے والا ہے جب ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) تم میں ایک عادل اور منصف حاکم کی حیثیت سے اتریں گے۔ وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو مار ڈالیں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے۔ اس وقت مال کی اتنی زیادتی ہو گی کہ کوئی لینے والا نہ رہے گا۔ (صحیح البخاری/2222، صحیح مسلم/155)۔

امام عراقی کہتے ہیں کہ: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اسی شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے، کسی مستقل مذہب کے نبی کے طور پر یا ناسخ شریعت کے طور پر نہیں آئیں گے، کیونکہ یہ شریعت قیامت تک باقی رہنے والی ہے جو منسوخ نہیں ہوسکتی اور نہ ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے جیسا کہ اس کے بارے میں صادق مصدوق (محمد ﷺ) نے فرمایا ہے، بلکہ عیسیٰ علیہ السلام اس امت کے حکام میں سے ایک حاکم ہوں گے (دیکھئے: طرح التثریب: 7/ 265)۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، قَالَ: فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَيَقُولُ: لَا إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ، تَكْرِمَةَ اللَّهِ هَذِهِ الْأُمَّةَ"۔ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر لڑتا رہے گا قیامت کے دن تک وہ غالب رہے گا۔ پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اتریں گے اور اس گروہ کا امام (عیسیٰ علیہ السلام سے) کہے گا: آیئے نماز پڑھایئے! وہ کہیں گے: نہیں، تم میں سے ایک دوسروں پر حاکم رہے۔ یہ وہ فضل اور بزرگی ہے جو اللہ تعالیٰ اس امت کو عنایت فرمائے گا۔ (صحیح مسلم/156)۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب عیسیٰ بن مریم تم میں اتریں گے (تم نماز پڑھ رہے ہو گے) اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔ (صحیح البخاری/ 3449، صحیح مسلم/155)۔

ان روایتوں میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے عیسیٰ علیہ السلام کا منہج قرآن ہوگا نہ کہ انجیل، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نے امام ابن الجوزی کا قول نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: اگر عیسیٰ علیہ السلام امامت کیلئے پیش قدمی کرتے تو دل میں ایک اشکال پیدا ہوتا اور کہا جاتا کہ نائب کی حیثیت سے یا کسی شریعت کی ابتداء کرنیوالے کی حیثیت سے آگے بڑھے ہیں، چنانچہ وہ بحیثیت مقتدی کے نماز پڑھیں گے تا کہ (اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان) "لا نَبِيَّ بعدي"۔ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں' سے متعلق کوئی شبہ پیدا نہ ہو (دیکھئے: فتح الباری 494/ 6)۔

مذکورہ روایتوں سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام

مسلمانوں کی قیادت کریں گے اور شریعت اسلامیہ کے مطابق فیصلے کریں گے۔اس لئے مسیحی علماء کا یہ کہنا کہ مذکورہ جنگ میں ان کی قیادت عیسیٰ علیہ السلام کریں گے یکسر غلط ہے۔

ارمجدون میں مطلقا کروڑوں رومی افواج کا ذکر ہے جبکہ رومیوں کی تعداد کے سلسلے میں زیر بحث حدیث کے اندر واضح طور پر ہے کہ وہ اسی جھنڈوں تلے آئیں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار فوجی ہوں گے، جن کی کل تعداد نو لاکھ ساٹھ ہزار بنتی ہے۔

سابق امریکی صدر ریگن کے مطابق اس دن لندن، پیرس، ٹوکیو اور شکاگو جیسے بڑے بڑے شہر نیست و نابود ہوجائیں گے۔ یہ ایک مفروضہ ہے کیونکہ جنگ کا میدان شام اور فلسطین میں ہوگا جس میں مسلمانوں کی فوج شہر غوطہ اور رومیوں کی فوج دابق یا اعماق میں ہوگی، رومیوں اور مسلمانوں میں خونریز لڑائی ہوگی جس میں مسلمان فتح یاب ہوں گے،ان روایتوں میں کسی بھی شہر کے مکمل خاتمے کا ذکر نہیں ہے،اس جنگ کے بعد بھی جیسا کہ بعض روایتوں سے پتا چلتا ہے اور جنگیں ہوں گی جو مسلمانوں اور عیسائیوں اور یہودیوں کے درمیان ہونگی نیز دجال کی فوج سے بھی ٹکراؤ ہوگا،اس لئے یہ کہنا کہ اسی جنگ کی وجہ سے دنیا تباہ ہوجائیگی یا شہر کے شہر ختم ہوجائیں گے محل نظر ہے۔

صحیح مسلم کی روایت جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول رومیوں سے لڑائی کے بعد ہوگا جب دجال کا خروج ہوگا،اس روایت میں جو تفصیل مذکور ہے وہ پیش کردینا مناسب ہے،اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا: ’’لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزِلَ الرُّومُ بِالْأَعْمَاقِ أَوْ بِدَابِقٍ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِمْ جَيْشٌ مِنَ الْمَدِينَةِ مِنْ خِيَارِ أَهْلِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ، فَإِذَا تَصَافُّوا، قَالَتِ الرُّومُ: خَلُّوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الَّذِينَ سَبَوْا مِنَّا نُقَاتِلْهُمْ، فَيَقُولُ الْمُسْلِمُونَ: لَا وَاللَّهِ لَا نُخَلِّي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا، فَيُقَاتِلُونَهُمْ، فَيَنْهَزِمُ ثُلُثٌ لَا يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ أَبَدًا، وَيُقْتَلُ ثُلُثُهُمْ أَفْضَلُ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللَّهِ، وَيَفْتَتِحُ الثُّلُثُ لَا يُفْتَنُونَ أَبَدًا، فَيَفْتَتِحُونَ قُسْطَنْطِينِيَّةَ فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُونَ الْغَنَائِمَ قَدْ عَلَّقُوا سُيُوفَهُمْ بِالزَّيْتُونِ، إِذْ صَاحَ فِيهِمُ الشَّيْطَانُ إِنَّ الْمَسِيحَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِي أَهْلِيكُمْ، فَيَخْرُجُونَ وَذَلِكَ بَاطِلٌ، فَإِذَا جَاءُوا الشَّأْمَ خَرَجَ فَبَيْنَمَا هُمْ يُعِدُّونَ لِلْقِتَالِ يُسَوُّونَ الصُّفُوفَ إِذْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّهُمْ، فَإِذَا رَآهُ عَدُوُّ اللَّهِ ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ، فَلَوْ تَرَكَهُ لَانْذَابَ حَتَّى يَهْلِكَ، وَلَكِنْ يَقْتُلُهُ اللَّهُ بِيَدِهِ فَيُرِيهِمْ دَمَهُ فِي حَرْبَتِهِ‘‘۔ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ روم کے نصاریٰ کا لشکر اعماق میں یا دابق میں اترے گا، پھر مدینہ سے ان کی طرف ایک لشکر نکلے گا جو ان دنوں تمام زمین والوں میں بہتر ہوگا۔ جب دونوں لشکر صف باندھیں گے تو نصاریٰ کہیں گے: تم لوگ ان لوگوں سے (یعنی ان مسلمانوں سے) الگ ہو جاؤ جنہوں نے ہمارے اہل وعیال کو قید کر رکھا ہے، ہم ان سے لڑیں گے۔ مسلمان کہیں گے: نہیں اللہ کی قسم! ہم کبھی اپنے

بھائیوں سے الگ نہ ہوں گے۔ پھر لڑائی ہوگی تو مسلمانوں کا ایک تہائی لشکر بھاگ نکلے گا ان کی توبہ کبھی اللہ تعالیٰ قبول نہ کریگا اور ایک تہائی لشکر مارا جائیگا، اور وہ سب اللہ کے نزدیک شہیدوں میں سب سے افضل ہوں گے۔ اور ایک تہائی لشکر کی فتح ہوگی۔ وہ عمر بھر کبھی فتنے اور بلا میں نہ پڑیں گے۔ پھر قسطنطینیہ کو فتح کریں گے، اسی درمیان کہ وہ مال غنیمت کو بانٹ رہے ہوں گے اور اپنی تلواروں کو زیتون کے درختوں میں لٹکا رکھا ہوگا، شیطان آواز دے گا کہ دجال تمہارے پیچھے تمہارے بال بچوں کو نقصان پہنچا رہا ہے تو مسلمان وہاں سے نکلیں گے حالانکہ یہ خبر جھوٹی ہوگی۔ جب شام کے ملک میں پہنچیں گے تب دجال نکلے گا سو جس وقت مسلمان لڑائی کے لیے مستعد ہو کر صفیں باندھتے ہوں گے نماز کی تیاری ہوگی۔ اسی وقت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اتریں گے اور ان کی قیادت کریں گے۔ پھر جب اللہ کا دشمن دجال عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو اس طرح (خوف سے) گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے، اور اگر عیسیٰ علیہ السلام اس کو یونہی چھوڑ دیں تب بھی وہ خود بخود گل کر ہلاک ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ اس کو عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل کرے گا۔ اور اس کا خون لوگوں کو عیسیٰ علیہ السلام کی برچھی میں دکھلائے گا"۔ (صحیح مسلم/2897)۔

اس روایت کی بنیاد پر جہاں الملحمۃ الکبری اور ارمجدون کے ایک ہونے کی نفی ہے وہیں اس بات کی صراحت بھی ہے کہ مسیحیوں کا یہ دعویٰ کہ رومیوں کی قیادت عیسیٰ علیہ السلام کریں گے بالکل باطل اور بے بنیاد ہے۔

ارمجدون کے ضمن میں مسیحی علماء کا یہ کہنا ہے کہ یہود بیت المقدس کو اڑا دیں گے اور جنگ چھڑ جائیگی اور عیسیٰ علیہ السلام اس میں مداخلت پر مجبور ہو جائیں گے، اگر ان کا یہ قول ملحمہ کبری یا ان کے مفروضہ آرمیگڈون سے متعلق ہے تو یہ بلا اصل ہے اور اگر یہ دجال کے خروج کے وقت کی طرف اشارہ ہے (حالانکہ ان کے قول سے اس کی صراحت نہیں ہوتی) تو واضح رہے کہ یہ قیامت کی چھوٹی علامتوں میں سے ایک ہے جس کی تفصیل صحیح روایتوں میں موجود ہے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لا تَقُومُ السّاعَةُ حتّى تُقاتِلُوا اليَهُودَ، حتّى يَقُولَ الحَجَرُ وراءَهُ اليَهُودِيُّ: يا مُسْلِمُ، هذا يَهُودِيٌّ وَرائي فاقْتُلْهُ". "قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک یہود سے تمہاری جنگ نہ ہوگی اور وہ پتھر بھی اس وقت (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) بول اٹھیں گے جس کے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہوگا کہ اے مسلمان! یہ یہودی میری آڑ لے کر چھپا ہوا ہے اسے قتل کر ڈالو۔ (صحیح البخاری/2926)۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ الْيَهُودَ، فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُونَ حَتّى يَخْتَبِءَ الْيَهُودِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ، فَيَقُولُ الْحَجَرُ أَوِ الشَّجَرُ: يَا مُسْلِمُ يَا عَبْدَ اللهِ هَذَا يَهُودِيٌّ خَلْفِي، فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ، إِلّا الْغَرْقَدَ، فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُودِ". قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کے مسلمان یہود سے لڑائی نہ کرلیں یہاں تک کہ یہودی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپے گا تو پتھر یا درخت بولے گا اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ

میرے پیچھے یہودی ہے، آ کر اسے قتل کرو، سوائے غرقد نامی درخت کے وہ یہود کے درخت میں سے ہے۔ (صحیح مسلم/ 2922)۔

(نوٹ: نباتات اور جمادات میں سے ہر ایک یہودیوں کے قتل پر معاون ہوگا سوائے غرقد نامی درخت کے اسی لئے حدیث میں اس درخت کی نسبت یہود کی طرف کی گئی ہے۔)

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "لتقاتلن اليهود، فلتقتلنهم حتى يقول الحجر: يا مسلم هذا يهودي فتعال فاقتله" ۔تم لڑو گے یہود سے اور مارو گے ان کو یہاں تک کہ پتھر بولے گا: اے مسلمان! یہ یہودی ہے آ اور اس کو مار ڈال۔(صحیح مسلم/ 2921)۔

حالانکہ ان روایتوں میں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے لیکن بہت ساری دیگر روایتوں میں ان کا ذکر موجود ہے، جیسے:

امام مسلم نے اپنی صحیح کے اندر نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی روایت ذکر کیا ہے جس کے اندر دجال کے خروج اور اس کے ظلم وجور کی مکمل تفصیل ہے: "...... إذ بَعَثَ اللَّهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ، فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ، وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ، وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ، فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلَّا مَاتَ وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ، فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ، فَيَقْتُلُهُ......" (دجال اسی حال میں ہوگا کہ) اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا۔عیسیٰ علیہ السلام سفید مینار کے پاس اتریں گے دمشق کے شہر میں مشرق کی طرف زرد رنگ کا جوڑا پہنے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوئے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام اپنا سر جھکائیں گے تو پسینہ ٹپکے گا۔اور جب اپنا سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح بوندیں بہیں گی۔ جس کافر کے پاس عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اس کو ان کے سانس لینے کی بھاپ اور گرمی لگے گی وہ مر جائیگا اور ان کے سانس لینے کا اثر وہاں تک پہنچے گا جہاں تک ان کی نظر پہنچے گی۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ اس کو باب لد پر پائیں گے اور قتل کریں گے۔ (صحیح مسلم/ 2937، سنن ابوداود/ 4321، سنن الترمذی/ 2240، سنن ابن ماجۃ/ 4075، مسند احمد: 4/181، 182 رقم/ 17629)۔

(نوٹ: فلسطین میں بیت المقدس سے قریب واقع شہر لد ایک قدیم تاریخی شہر ہے جو القدس سے شمال مغرب میں 38 کیلومیٹر اور یافا سے جنوب مشرق میں 16 کیلومیٹر جبکہ رملہ سے شمال مشرق میں 5 کیلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ یہ شہر آج کل اسرائیل کا ایک فوجی اڈہ ہے۔ وہی النہایہ فی غریب الحدیث میں ہے کہ لُد ملک شام میں ایک جگہ ہے۔

(دیکھئے: النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر: 4/ 245)

ابوامامۃ باہلی رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی روایت ہے جس کے اندر دجال کے خروج اور قتل وغارت گری کا ذکر ہے، پھر عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور دجال کے قتل کا مفصل بیان ہے:

"...... وإمامهم رجلٌ صالحٌ، فبينما إمامهم قد تقدَّم يصلِّي بهم الصُّبحَ، إذ نزل عليهم

عيسىٰ ابنُ مريمَ الصُّبحَ، فرجع ذلك الإمامُ يَنكُصُ يَمْشِي القَهْقَرَى ليتقدمَ عيسىٰ، فيضعُ عيسىٰ يدَه بين كَتِفَيْهِ، ثم يقولُ له: تَقَدَّمْ فَصَلِّ؛ فإنها لك أُقِيمَتْ، فيُصَلِّي بهم إمامُهم، فإذا انصرف قال عيسىٰ: افتَحوا البابَ، فيَفْتَحُون ووراءَه الدَّجَّالُ، معه سبعونَ ألفَ يهوديٍّ، كلُّهم ذو سيفٍ مُحَلًّى وسَاجٍ، فإذا نظر إليه الدَّجَّالُ ذاب كمايذوبُ المِلْحُ في الماءِ . وينطلقُ هاربًا، فيُدرِكُه عند بابِ لُدٍّ الشرقيِّ، فيقتلُه، فيَهْزِمُ اللهُ اليهودَ......". ...... اوران کا امام ایک صالح آدمی ہوگا، ایک روز ان کا امام آگے بڑھ کر لوگوں کو صبح کی نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہوگا، کہ اتنے میں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام صبح کے وقت نازل ہوں گے، تو یہ امام ان کو دیکھ کر الٹے پاؤں پیچھے ہٹنا چاہے گا تاکہ عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھا سکیں، لیکن عیسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ اس کے دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھ کر فرمائیں گے کہ تم ہی آگے بڑھ کر نماز پڑھاؤ اس لیے کہ تمہارے ہی لیے تکبیر کہی گئی ہے، خیر وہ امام لوگوں کو نماز پڑھائے گا، جب وہ نماز سے فارغ ہوگا تو عیسیٰ علیہ السلام (قلعہ والوں سے) فرمائیں گے کہ دروازہ کھولو، تو دروازہ کھول دیا جائے گا، اس (دروازے) کے پیچھے دجال ہوگا، اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے، ہر یہودی کے پاس سونا چاندی سے مرصع ومزین تلوار اور سبز چادر ہوگی، جب یہ دجال عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا، تو اس طرح گھلے گا جس طرح پانی میں نمک گھل جاتا ہے، اور وہ انہیں دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوگا، عیسیٰ علیہ السلام اس سے کہیں گے: تجھے میرے ہاتھ سے ایک ضرب کھانی ہے تو اس سے بچ نہ سکے گا، آخر کار وہ اسے لد کے مشرقی دروازے کے پاس پکڑ لیں گے، اور اسے قتل کر دیں گے، پھر اللہ تعالیٰ یہودیوں کو شکست دے گا۔۔۔۔" (سنن ابن ماجۃ/ 4077 اس کی سند میں کئی راوی متکلم فیہ ہیں: اِسماعیل بن رافع: ان کو امام بخاری نے ثقۃ مقارب الحدیث امام نسائی نے متروک ضعیف امام احمد نے ضعیف منکر الحدیث حافظ ابن حجر نے ضعیف الحدیث قرار دیا ہے، علامہ البانی لکھتے ہیں: "ثقة في نفسه، ولكنه سيء الحفظ، وقد يسوء حفظه حتى يكثر الخطأ في حديثه، فيسقط الاحتجاج به، وقد تركه جماعة، وضعفه آخرون، والبخاري كأنه خفي عليه أمره، والجرح المفسر مقدم على التعديل". یہ فی نفسہ ثقہ ہیں مگر سیء الحفظ ہیں، بسا اوقات ان کا حفظ غلط ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اپنی حدیث میں خطا کر جاتے ہیں چنانچہ ان سے احتجاج ساقط ہو جاتا ہے، ان کو ایک جماعت نے متروک کر دیا ہے اور کچھ لوگوں نے ضعیف قرار دیا ہے، اور امام بخاری سے ان کا معاملہ جیسے مخفی ہے اور جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہے"۔ اور عبدالرحمٰن بن محمد بن زیاد المحاربی مدلس ہیں اور عنعنہ سے روایت کیا ہے۔ دیکھئے: معجم المدلسین رص 302، علامہ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے، دیکھئے ضعیف سنن ابن ماجۃ/1814۔ لیکن اسی روایت کو صحیح الجامع / 7875 کے اندر ذکر کیا ہے، غالبا انہوں نے ابو داود کی روایت کی بنا پر اسے صحیح قرار دیا ہے

جس کو امام ابوداود نے دجال کے خروج کے باب میں نہایت ہی اختصار کیساتھ ذکر کیا ہے جس کی سند حسن ہے اور جسے امام البانی نے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ دیکھئے: سنن ابی داود/ 4322)۔

یہود سے قتال کے متعلق وضاحت کرتے ہوئے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: "فَالْمُرَادُ بِقِتَالِ الْيَهُودِ وُقُوعُ ذَلِكَ إِذَا خَرَجَ الدَّجَّالُ وَنَزَلَ عِيسَى وَكَمَا وَقَعَ صَرِيحًا فِي حَدِيثِ أَبِي أُمَامَةَ فِي قِصَّةِ خُرُوجِ الدَّجَّالِ وَنُزُولِ عِيسَى وَفِيهِ وَرَاءَ الدَّجَّالِ سَبْعُونَ أَلْفَ يَهُودِيٍّ كُلُّهُمْ ذُو سَيْفٍ مُحَلًّى فَيُدْرِكُهُ عِيسَى عِنْدَ بَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ وَيَنْهَزِمُ الْيَهُودُ فَلَا يَبْقَى شَيْءٌ مِمَّا يَتَوَارَى بِهِ يَهُودِيٌّ إِلَّا أَنْطَقَ اللَّهُ ذَلِكَ الشَّيْءَ فَقَالَ...... " (فتح الباری: 6/610)۔ "یہود سے قتال سے مراد یہ کہ یہ اس وقت واقع ہوگا جب دجال کا خروج اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، جس کے اندر ہے کہ دجال کے پیچھے ستر ہزار یہودی ہوں گے اور سب کے سب ہتھیار سے لیس ہوں گے دجال کو عیسیٰ علیہ السلام باب لد کے پاس پالیں گے اور اسے قتل کر دیں گے اور یہود شکست کھا جائیں گے، کوئی ایسی چیز نہیں بچے گی جس کے پیچھے کوئی یہودی چھپے گا مگر اللہ تعالی اسے قوت گویائی عطا کریگا......۔

ابن الملقن کہتے ہیں: "المراد بقوله (تقاتلون اليهود) إذا نزل عيسىٰ، فإن المسلمين معه، واليهود مع الدجال" (التوضيح لشرح الجامع الصحيح 17/663)۔ (تقاتلون اليهود) سے مراد یہ ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، مسلمان آپ کے ساتھ ہوں گے اور یہود دجال کے ساتھ "۔

اس ضمن میں بہت ساری روایتیں ہیں جن میں سے کچھ کی اسناد پر محدثین نے کلام کیا ہے اور کچھ کو حسن قرار دیا ہے، ان کا ذکر تطویل کا سبب ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری 6/610)۔

مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ آرمگڈون کو الملحمۃ الکبری ماننا صحیح نہیں ہے اور اگر بالفرض دونوں کو ایک مان لیتے ہیں تو یہ ماننا پڑیگا کہ آرمگڈون کی جو تفصیلات اور اس سے مترشح عقائد مسیحیوں نے بیان کئے ہیں ان میں خرد برد کیا گیا ہے، اور انہوں نے اسے اپنے نظریات وعقائد کے موافق کرنیکی کوشش کی ہے، اور بہت سارے حقائق کو چھپایا ہے، جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ واللہ اعلم۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مسیحیوں اور رومیوں سے جنگ اور یہودیوں سے تصادم دونوں الگ الگ ہیں جن میں ایک کی قیادت مہدی کریں گے اور دوسرے میں ان کے قائد دجال کو عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے جو کہ مسلمانوں کے قائد ہوں گے۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ یہودیوں اور قتل کے مستحق مسیحیوں کے قتل کے بعد سارے کے سارے اہل کتاب مسلمان ہوجائیں گے، اللہ تعالی فرماتا ہے: (وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا) (النساء/ 159)۔ (اہل کتاب میں ایک بھی ایسا نہ بچیگا جو عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لاچکے، اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے)۔

آیت کریمہ میں قبل موتہ میں "ہ" ضمیر کا مرجع بعض مفسرین کے نزدیک اہل الکتاب ہے جس کا مطلب ہوا کہ ہر عیسائی موت کے وقت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آتا ہے۔ اور اکثر مفسرین کے نزدیک "ہ" کا مرجع عیسیٰ (علیہ السلام) ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ جب ان کا دوبارہ دنیا میں نزول ہوگا اور وہ دجال کو قتل کر کے اسلام کا بول بالا کریں گے تو اس وقت جتنے یہودی اور عیسائی ہوں گے ان میں جتنے قتل کے مستحق ہوں گے وہ قتل کردئے جائیں گے اور باقی تمام عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے قبل اسلام لا چکے ہوں گے۔ (دیکھئے: تفسیر الطبری تفسیر ابن جزی، اور تفسیر ابن کثیر سورۃ النساء آیت/ 159 کی تفسیر میں)۔

یہاں یہ ذکر کردینا بھی مناسب ہے کہ اس معرکہ کا ذکر یہود ونصاری دونوں کے نزدیک ملتا ہے اور اس کے وقوع کا مقام بھی فلسطین بتایا جاتا ہے، مسیحیوں کا عقیدہ ہے کہ اس معرکے کی قیادت عیسیٰ مسیح کریں گے جن کا نزول ان کے عقیدہ کے مطابق دوسری بار ہوگا اور وہ آکر کافروں کا قتل کریں گے اور گمراہ یہودیوں کو مسیحیت میں واپس لائیں گے۔ اور یہود کا اعتقاد ہے کہ قیادت مسیح منتظر (جو ان کے عقیدہ کے مطابق پہلی بار دنیا میں آئیں گے یعنی دجال) کے ہاتھ میں ہوگی، اور وہ آکر کافروں کو قتل کریں گے، وہ اس معرکہ کا نام ''رب کے غضب کا دن'' دیتے ہیں۔ (خدعۃ ہرمجدون/ ص49)۔

جبکہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں امت مسلمہ کا عقیدہ ہے کہ ملحمۃ کبری کی قیادت مہدی علیہ السلام کریں گے، اور اس معرکہ اور اس کی فتح کے بعد ان کی موجودگی میں ہی عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا نزول ہوگا۔

اہل کتاب نے آرمگڈون کے وقوع کے لئے وقت کے تعین کی وضاحت کی ہے، ان کے مطابق پہلے یا دوسرے ہزاری سال میں اس کا وقوع ہوگا، اور اگر ان میں نہیں ہوتا تو تیسرے ہزاری سال میں اس کا انتظار کریں گے، جبکہ اسلامی تعلیمات میں اس کیلئے کسی وقت اور زمانے کی تحدید نہیں کی گئی ہے، بس اتنا بیان کیا گیا ہے کہ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔

بعض مؤلفین غزوۃ یرموک کو آرمگڈون قرار دیتے ہیں جبکہ بعض نے نبوءۃ الساعۃ، یوم الرب اور آرمگڈون کو ایک ہی قرار دیا ہے۔

(تفصیل کیلئے دیکھئے: خدعۃ ھرمجدون/ص39)۔

خلاصہ یہ ہے کہ آرمگڈون اور ملحمہ کبری کے بارے میں جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں وہ ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں، ہم ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے انہیں باتوں کی تائید کرسکتے ہیں جو ہم تک صحیح نصوص کے ذریعہ پہنچی ہوں، ہمارے لئے قطعا جائز نہیں کہ عقائد کے باب میں خاص طور سے غیبی امور میں اپنی عقل کے گھوڑے دوڑائیں یا غیر منطقی دلائل کے ذریعہ شریعت میں وارد عموم کی تخصیص کریں۔

اللهم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه .وصل اللهم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم

☆☆☆

زنا وبدکاری کے چند اسباب اور اس سے بچنے کی چند تدبیریں

محمد محبّ اللہ بن محمد سیف الدین المحمدی

(دوسری قسط)

شادی کے بے شمار فوائد:

شادی کے بے شمار فوائد ہیں، یہ معاشرہ کی تطہیر کا بڑا سبب ہے، شادی کے بغیر انسان کا ایمان وتقوی مکمل نہیں ہوسکتا ہے۔

ثمراتِ نکاح:

شادی بیاہ کوئی محض نفسانی خواہش کی تسکین کا ذریعہ ہی نہیں۔ بلکہ اس کے کئی دنیوی اور اخروی ثمرات وبرکات بھی ہیں۔ مثلاً:

۱- شادی میں نسلِ انسانی کی بقا ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: وَ اللّٰہُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا وَّ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ اَزۡوَاجِکُمۡ بَنِیۡنَ وَ حَفَدَۃً (النحل:۷۲)

اللہ نے تمھیں سے تمھارے جوڑے بنائے اور تمھارے ان جوڑوں سے بیٹے اور پوتے بنائے۔

ایسی ہی بات سورۃ النساء کی پہلی آیت میں بھی فرمائی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: (تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ، فَإِنِّی مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ)

سنن أبی داود، رقم الحدیث (۲۰۲۵) سنن النسائی، رقم الحدیث (۳۲۲۷)

تم زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچوں کو جنم دینے والی عورتوں سے شادی کرو، کیوں کہ دیگر امتوں کے مقابلے میں مجھے اپنی امت کی کثرتِ تعداد پر فخر ہوگا۔

۲- شادی کی بدولت آدمی کی آنکھیں اور شرم گاہ محفوظ ہوجاتی ہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: (یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَۃَ فَلْیَتَزَوَّجْ فَإِنَّہٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ)

صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۹۰۵، ۵۰۶۶) وصحیح مسلم وسنن أبی داود وسنن الترمذی وسنن النسائی وسنن ابن ماجہ، صحیح الجامع: ۷۹۷۵)

نوجوانو! تم میں سے جو طاقت رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ وہ شادی کرلے، کیونکہ یہ نظر کو جھکانے والی اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والی ہے۔

لیکن جو شادی کی طاقت نہیں رکھتا، اسے چاہیے کہ وہ کثرت سے روزے رکھے، کیوں کہ یہ گناہ سے بچاو کے لیے ڈھال ہے۔

۳- اس میں روحانی ونفسانی سکون ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا

لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا وَ جَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّ رَحۡمَةً(الروم:۲۱)

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمھارے لیے جوڑے بنائے، تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور تمھارے درمیان محبت اور مہربانی ڈالی۔

زمانہ خراب ہے اور جوانی منھ زور ہوتی ہے!

آج کل شادیاں والدین وسرپرست حضرات کے لئے ایک اہم مسئلہ بن چکی ہیں، بارہ تیرہ سال کی بچیاں بالغ ہورہی ہیں، دس گیارہ سال کے بچوں کے ہاتھ میں انٹرنیٹ فون ہے،لڑکے اورلڑکیاں ابتدائی عمر میں پختہ ذہن کے مالک نہیں ہوتے،اس کچی عمر میں جب وہ فون میں یا فلموں میں مرد و عورت کوآزادانہ عشق لڑاتے اوررمانس کرتے دیکھتے ہیں تو ان کے دل میں بھی یہ خواہش جڑ پکڑنے لگتی ہے کہ وہ بھی کسی سے عشق کریں،نفسیاتی ماہرین بتاتے ہیں کہ انسان میں جنس زبر دست محرک ہے، بھوک و پیاس کے بعد سیکس کرنا انسان کی تیسری اہم ضرورت ہے، جب یہ جائز طریقے سے پوری نہیں ہوتی تو جنسی مریض بن کر گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ نوجوان بے قابو ہوکر جنسی بے راہ روی کے شکار ہورہے ہیں، ساتویں اورآٹھویں جماعت کے طالبات کے حاملہ ہونے کی خبریں آرہی ہیں،معاشرہ عشق و محبت کے رنگ میں رنگا ہوا ہے اس کا سب سے بڑا ذمہ دار معاشرہ کا فلمی کلچر ہے، غلط تربیت،غلط صحبت،مخلوط تعلیم ہے،اوروالدین کی لاابالی پن ہے، وغیرہ وغیرہ

لڑکے اورلڑکیاں تعلیم مکمل کرلینے یا کیریر بنانے یا گڈ سروس کے چکر میں لگے رہتے ہیں یا پھر ماں باپ اپنے نوجوان لڑکوں کی کمائی کھانے کے لئے لڑکوں کا نکاح نہیں کرنا چاہتے، یہاں تک کہ پانی سر سے گذر جاتا ہے، جوانی بے قابو ہونے لگتی اور پھران بچوں سے سنگین غلطیاں سرزد ہوجاتی ہیں،عربی میں ایک مقولہ ہے:الشباب شعبة من الجنون یعنی جوانی جنون کا ایک حصہ ہے۔

لہٰذا لڑکےلڑکیوں کی شادیاں وقت پر کیجئے معاشرہ کو گندہ ہونے سے بچایئے۔اسلام کی نظر میں نکاح کا اولین مقصد مرد وعورت کی عصمت وعفت کی حفاظت ہے، مناسب عمر میں لڑکے اورلڑکیوں کا نکاح معاشرہ کو گندہ ہونے سے بچانے کے لئے پسندیدہ عمل ہے۔

حضرت علامہ سلیمان ندوی فرماتے ہیں: بچوں کی وقت پر شادی کیجئے، طلاقوں کا ریٹ زمین سے لگ جائے گی،تیس سال کی عمر میں شادیوں کا نتیجہ طلاقوں کا وجہ بن رہا ہے، گھروں کی ویرانی خاندانوں کی تباہی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، گھر میں لڑکیاں رشتوں کے انتظار میں بیٹھی ہوئی ہیں، اگر رشتہ ہے تو جہیز کا انتظار ہے، جوانی منھ زور ہوتی ہے، جب خواہشات جائز طریقے سے پوری نہیں ہوں گی تو شیطان ناجائز طریقے پر لے جائے گا اوراس سے فتنہ وفساد پھیلے گا،معاشرہ کے اندر آج دیکھ لیجئے کہ رسول اللہ کے اس ارشاد سے روگردانی کے نتیجہ میں کیسا فتنہ اور فساد پھیلا ہوا ہے۔

(ماخوذ از۔امت کی بیٹیاں اورفتنۂ ارتداد صفحہ نمبر 50 تا53)

۲- غض بصر

عربی شاعر نے کہا ہے ؎

کل الحوادث مبداها من النظر
ومعظم النار من مستصغر الشرر
كم نظرة بلغت من قلب صاحبها
كمبلغ السهم بين القوس والوتر

کہ تمام حوادث کی اساس وبنیاد نظر ہے اور بڑی آگ کا سبب چھوٹی سی چنگاری ہے کتنی نگاہیں دیکھنے والے کے دل میں ایسی پیوست ہوجاتی ہیں جیسے تیر کمان سے نکل کر پیوست ہوجاتا ہے۔

اورظاہر ہے کہ نظر کا تیر اگر پیوست ہوگیا تو پھر اس سے حسرت، دل کی بے چینی وبیقراری بڑھتی ہے اور آہ وبکا نیم شبی پیدا ہوتی ہے۔انسان کے لئے یارائے ضبط باقی نہیں رہتا ہے اور یہ ایک مستقل عذاب بن کر نیم بسمل کی طرح اسے تڑپانے کا سبب بن جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے سارے راستے ہی بند کردیئے ،یعنی زنا وبدکاری کے مقدمات سے اجتناب کا حکم دیا،جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(**قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك أزكى لهم**)،

مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت رکھیں، یہ ان کے لئے پاکیزگی ہے، **وقال: وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن)** .(النور:۳۰-۳۱)

مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔

عن أبي سعيد الخدري رضى الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إياكم والجلوس على الطرقات، فقالوا: ما لنابد، إنما هي مجالسنا نتحدث فيها، قال: فإذا أتيتم إلى المجالس فأعطوا الطريق حقها، قالوا: ما حق الطريق ؟ قال: غض البصر وكف الأذى. الحديث، البخاري: المظالم: ٢٤٦٥، مسلم: اللباس: ١١١٣

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔"لوگوں نے عرض کی: اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!ہمارے لیے اپنی مجلسوں میں بیٹھے بغیر چارہ نہیں وہیں ہم ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ":اگر تم بیٹھے بغیر نہیں رہ سکتے تو راستے کا (جہاں مجلس ہے) حق ادا کرو۔"لوگوں نے پوچھا: راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا": نگاہیں جھکا کر رکھنا (چلنے والوں کے لیے) تکلیف کا سبب بننے والی چیزوں کو ہٹانا سلام کا جواب دینا،اچھی بات کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔"

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمۃ الزواج اس طرح بتایا کہ:إنه أغض للبصر وأحصن للفرج .
البخاری:النکاح:۵۰۶۶مسلم:النکاح:۳۳۹۸

یہ نگاہ کو زیادہ جھکانے والی اور شرمگاہ کی زیادہ حفاظت کرنے والی ہے۔

یہ ساری تنبیہات اسلئے ہیں کیونکہ نظر ہی اصل محرک ہے گہرائی تک جانے کے لئے، نظر شہوت کو دعوت دیتی اور شہوت پھر زنا کا متقاضی ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: فالنظر داعية إلى فساد القلب، قال بعض السلف: والنظر سهم سم إلى القلب، فلهذا أمر الله تعالى بحفظ الفروج كما أمر بغض الأبصار التي هي البواعث إلى ذلك.

یعنی نظر ہی کی وجہ سے دل میں بگاڑ ہوتا ہے بعض سلف کہتے ہیں: نظر زہر آلود تیر ہے دل کیلئے، اسی لئے تو رب تعالیٰ نے شرمگاہ کی حفاظت کا جسطرح حکم دیا اسی طرح نگاہوں کی چوری یعنی غض بصر وغیرہ کا بھی حکم دیا۔

(دیکھئے تفسیر سورۃ النور:۱۳۳)

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَةِ فَأَمَرَنِي أَنْ أَصْرِفَ بَصَرِي. رواه المسلم رقم الحديث 2159.

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنی نظر ہٹالوں۔

یقول النووی شرحا لہذا الحدیث: هي البغتة ومعنى نظر الفجاءة أن يقع بصره على الأجنبية من غير قصد، فلا إثم عليه في أول ذلك ويجب عليه أن يصرف بصره في الحال، فإن صرف في الحال فلا إثم عليه وإن استدأم النظر أثم. (شرح النووی 14/39)

نظر الفجاءۃ سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی پرائے عورت پر نگاہ بغیر ارادہ کے پڑ جائے تو اس میں گناہ نہیں ہے لیکن اس پر واجب ہے کہ فورا نظر ہٹا لے اگر ایسا نہیں کرتا اور نظر گاڑے رکھتا ہے تو گنہگار ہوگا،

۳- روزہ رکھنا، اسلئے کہ یہ شہوت کو کاٹتا ہے۔

روزہ نوجوانوں کو زنا وفحاشی کے کاموں میں مبتلا ہونے سے بچاتا ہے اور ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علاج کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مخاطب کرکے فرمایا:

اے جوانوں کی جماعت! تم میں جو نکاح کرنے کی طاقت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ نکاح کر لے کیونکہ نکاح آنکھوں کو بہت زیادہ نیچے رکھنے والا اور زنا سے محفوظ رکھنے والا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح)

امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: فأرشدهم إلى الدواء الشافي الذي وضع لهذا الأمر، ثم نقلهم عنه عند العجز إلى البدل وهو الصوم، فإنه يكسر شهوة النفس ويضيق عليها مجاري الشهوة، فإن هذه الشهوة تقوى بكثرة الغذاء

وكيفيته، فكمية الغذاء وكيفيته يزيدان فى توليدها، والصوم يضيق عليها ذلك فيصير بمنزلة وجاء الفحل، وقل من أدمن الصوم إلا وماتت شهوته أو ضعفت جداً.

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) اس شافی دوا کی طرف ان لوگوں کی رہنمائی کی جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے ایجاد کیا تھا۔ یعنی شادی۔ پھر شادی کرنے سے عاجز آجانے کی صورت میں اس کا متبادل بھی بتایا اور وہ ہے روزہ۔ اس لیے کہ روزہ نفس کی شہوت کو توڑتا ہے، اور اس پر شہوت کی راہوں کو تنگ کردیتا ہے۔ اس لیے کہ کثرت غذا کا استعمال اور غذا کی کیفیت سے شہوت کو تقویت ملتی ہے۔

پس غذا کی کیفیت اور کمیت شہوت کی پیداوار کو بڑھاتی ہیں جب کہ روزہ نفس پر اس کی پیداوار کو تنگ کردیتا ہے۔ تو یہ خصی سانڈ کے مرتبہ پر ہوجاتا ہے، اور بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کہ روزہ کے عادی ہوں، مگر اس سے ان کی شہوت یا تو مرجاتی ہے یا پھر بہت ہی کمزور ہوجاتی ہے۔

(روضۃ المحبین ونزہۃ المشتاقین صفحہ نمبر 197)

۴- تعدد ازواج

ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اگر معاشرتی حیثیت سے دیکھا جائے تو بعض حالات میں تعدد ناگزیر ہوجاتا ہے۔ عام طور پر اکثر ممالک میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی کثرت ہوتی ہے، مردم شماری کی جو تفصیلات مختلف ملکوں میں سرکاری طور پر شائع ہوتی ہیں ان سے اس بات کی تصدیق ہوسکتی ہے ایسی صورت میں اخلاقی وسماجی لحاظ سے تعدد ضروری ہوجاتا ہے، ورنہ معاشرہ میں بے حیائی پھیلتی ہے، اور ناجائز اولاد کی کثرت ہوجاتی ہے،

"لندن ٹروتھ" میں ایک انگریز عورت لکھتی ہے کہ صرف ایک بیوی سے شادی کے قانون کے نتیجہ میں عورتیں آوارہ پھرنے پر مجبور ہیں، اگر تعددِ ازواج کی اجازت نہ دی جائے گی تو مصیبت بیحد بڑھ جائے گی، آج شادی شدہ مردوں کی ناجائز اولاد معاشرہ کے لئے ایک بوجھ اور باعث ننگ وعار بنی ہوئی ہے۔

مختلف اوقات میں لڑائی یا کسی دوسری آفت کی وجہ سے جب مردوں کی تعداد کم ہوجاتی ہے تو ایسی صورت میں بھی تعدد ضروری ہوجاتا ہے، یورپ کی دو عالمگیر لڑائیوں کے بعد وہاں پر اس صورت حال کا لوگوں کو کھلے طور پر اندازہ ہوگیا ہے، اسی کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ جرمنی میں عورتوں نے اپنی مختلف انجمنیں قائم کی تھیں جن کا مطالبہ یہ ہوتا تھا کہ تعدد ازواج کی اجازت دی جائے۔ انگریز مفکر اسپنسر تعددِ ازواج کے نظریہ کا مخالف ہوتے ہوئے بھی اپنی کتاب "اصول علم معاشرت" میں لکھتا ہے کہ اگر کسی قوم کے افراد لڑائی میں کام آجائیں اور بقیہ لوگوں کے پاس صرف ایک ایک بیوی ہو تو بہت سی عورتیں بلا شوہر رہ جائیں گی، اور شرح پیدائش میں لازمی طور پر کمی ہوجائے گی۔ اگر ایسی دو قوموں میں لڑائی ہو جو تمام اقتصادی مسائل میں مساوی ہوں لیکن ایک قوم تمام عورتوں سے بچے نہ حاصل کرتی ہو تو وہ دوسری قوم کا مقابلہ نہیں کرسکتی نتیجہ یہ ہوگا کہ وحدتِ زوج کے قانون پر عمل پیرا قوم تعدد ازواج سے مستفید ہونے والی قوم سے مغلوب ہوجائے گی۔

معاشرتی مجبوریوں کے علاوہ مخصوص ذاتی حالات کی وجہ سے بھی انسان تعدد پر مجبور ہو جاتا ہے، مثلا پہلی بیوی بانجھ ہو اور مرد کو اولاد کی خواہش ہو، یا عورت کو کوئی ایسی بیماری لاحق ہو جس کے نتیجہ میں وہ مصاحبت کے قابل نہ ہو، یا شوہر اپنے کاروبار کے سلسلہ میں مہینوں باہر رہتا ہو، اور وہاں پر اپنے اہل وعیال کو نہ لے جاسکتا ہو، یا مرد کے اندر اتنی جنسی قوت ہو کہ ایک بیوی پر قناعت کرنے میں نقصان ہو تو اِن تمام صورتوں میں تعدد کی اجازت دی گئی ہے، اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر تعدد کی اجازت نہ ہو تو پھر یا تو مرد بیوی کے طلاق پر یا اخلاقی بے راہ روی پر مجبور ہوگا، جیسا کہ عام طور پر اُن ممالک میں ہم دیکھتے ہیں جہاں تعدد کے اصول پر عمل نہیں کیا جاتا۔

(بحوالہ خاتون اسلام، ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری، صفحہ نمبر 193 تا195)

۵- مرد وزن کا بے باکانہ اختلاط

زندگی کے ہر گوشہ میں عورت اور مرد کے آزادانہ اور بے باکانہ اختلاط کی وجہ سے جنسی آوارگی کا رجحان پیدا ہوا اور بڑھا، بدکاری عام ہوئی اور چھا گئی۔ پھر اس کی بنیاد پر ایک ایسی ننگی اور بے حیا تہذیب نے جنم لیا کہ اس کی عفونت اور بدبو سے اخلاق کا چمن اجڑ گیا اور شرم وحیا اور شرافت کا دم گھٹ کر رہ گیا۔

تاریخ شاہد عدل ہے کہ جب بھی عورت گھر سے نکل کر شمع انجمن بنی، اور مجلسوں اور محفلوں کی رونق بڑھانے لگی تو جنسی آوارگی پھیلی، اخلاق وتمدن کا جنازہ نکلا، جو گندگی بند کمروں میں برداشت نہیں کی جاسکتی وہ بازاروں اور سڑکوں میں پھیلنے لگی، انتہائی قابل احترام اور پاکیزہ رشتے بھی اس سے محفوظ نہیں رہے، بیسواؤں اور کسبیوں کو وہ مقام حاصل ہوا جس سے شرافت دار عورتیں تک محروم تھیں، آرٹ اور کلچر سے جنسی جذبات کی ترجمانی ہونے لگی، عریاں تصویریں کھینچنے لگیں، رقص وموسیقی کے نام پر عورت سے لذت حاصل کی گئی، افسانہ، ڈرامہ، شاعری، ادب، ٹک ٹاک، شورٹ ویڈیوز کے ذریعے جنسی اعمال و کیفیات کی تشریح ہونے لگی، عورت مرد کے ہاتھ میں کھلونا بن گئی اور اس کا مقصد صرف یہ رہ گیا کہ مرد کی جنسی خواہش کی تکمیل کرے غرض پوری تہذیب جنس کی ترجمان بن گئی اور اسی کے اردگرد گھومنے لگی جنسی جذبات کی اس حکم رانی نے یونان، روم، مصر، اور دوسری بہت سی قدیم تہذیبوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ تہذیب نو میں تو طوفان وسیلاب ہے، فیسبک واٹساپ ٹیوٹر میسنجر انسٹاگرام اسناپ چیٹ وغیرہ کے راستے سے جو بے حیائی اور اباحیت پھیلی کہ ایک متقی انسان شرم سے پانی پانی ہو جائے، اس نیٹ اور موبائل نے تو برائی کو اتنا آسان کر دیا کہ عشق ومعشوقی کے طوفان میں مسلم نوجوان لڑکے ولڑکیاں بہہ گئیں یہاں تک کہ مرتد ہونے لگیں۔

مخلوط نظام تعلیم

اللہ سے کرے دور تو تعلیم بھی فتنہ

لڑکیوں کی زندگی تعلیم کے بغیر ادھوری ہے، ان کو عصری تعلیم سے زیادہ دینی تعلیم سے واقف کرانا ضروری ہے، اگر وہ عصری تعلیم حاصل نہیں کرتیں تو چلے گا لیکن عقائد ارکان اسلام وایمان کی تعلیمات سے اگر دور ہیں تو یہ ان کیلئے مضرت رساں ہے، بدقسمتی کی بات ہے، دینی تعلیم

وتربیت کے حصول کے بعد عصری تعلیم حاصل کرنے والی یہ نئی نسل ملت کا بہت بڑا سرمایہ ہے اور یہ بغیر تربیت، کردار سازی وذہن سازی کے ملت کا سرمایہ نہیں بن سکتی، اسلام کی نظر میں علم کا سب سے بڑا مقصد انسان کو اپنے پیدا کرنے والے خالق و مالک کی معرفت حاصل کرنا ہے، علم اللہ سے قریب ہونے کا ذریعہ ہوتا ہے، اگر کوئی علم اللہ سے دُور کرنے لگے، ایسا علم فائدہ مند ہونے کے بجائے نقصان دہ ہے اور جو علم اللہ سے دُور کرے وہ فتنہ ہے اور ایسا ماحول ایسے دوست ایسی کتابیں سب فتنہ ہیں، ایک بچہ جاہل رہے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ تعلیم یافتہ ہو اور کفر اختیار کرے، علامہ اقبال کے نزدیک ایسی تعلیم سراسر موت ہے جس کی وجہ سے عورت اپنی نسوانیت کے جوہر کھودے تعلیم کے نام پر بچیوں کا گھر سے نکلنا، ہم عمر ساتھیوں کے ساتھ پارکوں میں گھومنا، گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ کے ناجائز تعلقات قائم کرنا، پھر ناجائز اولاد کو مارڈالنا، غیروں کے ساتھ راہ فرار اختیار کرنا یا پھر ان کو رفیق حیات بنانا، پھر کچھ عرصہ بعد فریقین میں سے کسی ایک خودسوزی کرنا یا خودکشی کی نوبت تک پہنچ جانا عام بات ہوتی جارہی ہے، بچوں میں اخلاقی گراوٹ، جھوٹ، چوری، گالی گلوج، بدزبانی، موسیقی فحش ویڈیوز، ہیجان پیدا کرنے والے گانے، غزلیں، سگریٹ نوشی، نشہ آور چیزوں کا استعمال، سیریل وفلم بینی کی لت اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات سے دور کررہی ہیں۔ مخلوط نظام تعلیم کی اس پراگندہ فضا میں جہاں طلبہ وطالبات دوستی، گپ شپ ہنسی مذاق یاری دل لگی اور دوستیاں وتعلقات پیدا کرنے میں لگے رہتے ہیں، دل ونگاہ کی پاکیزگی اور حیاو جھجک کا جنازہ نکل جاتا ہے، اس کی جگہ بے حیائی اور بے شرمی ان کی رگ وپے میں سرایت کرجاتی ہے:

دھیرے دھیرے آپ میرے دل کے مہماں ہوگئے
پہلے جان، پھر جان جاں، پھر جان جاناں ہوگئے

مغرب ویورپ جہاں سب سے پہلے مخلوط نظام تعلیم نافذ کیا گیا، وہاں کی نوجوان نسل کا اسکول اور کالج میں زیر تعلیم ۸۰ سے ۹۰ فیصد طالبات تعلیمی سال کے اختتام پر اپنے ہم درس لڑکوں کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرچکی ہوتی ہیں اور شاید یہی وجہ ہے جس نے علامہ اقبال سے شعر کہلوائے:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت
بیگانہ رہے دین سے اگر مدرسہ زن
ہے عشق و محبت کے لئے علم و ہنر موت

جو طلبہ کالج اور یونیورسٹی کے ماحول میں تعلیم حاصل کررہے ہیں، ان پر نظر رکھیں کہ کہیں عصری تعلیم ان کے ذہن کو علمی اور عملی ارتداد کے سمندر میں بہا کر نہ لے جائے۔

مخلوط تعلیم سے ہمارے معاشرے پر کیا برے اثرات مرتب ہورہے ہیں، آج ہم اپنے اسکولوں کالجوں کا جائزہ لیں تو اس کی زہرناکی کا صحیح اندازہ ہوگا، جہاں ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے پڑھ رہے ہیں ان کا یونیفارم دیکھیں تو یہی معلوم ہوگا کہ لڑکوں کے لئے پوری آستین کا شرٹ اور فل پینٹ اور لڑکیوں کے لئے ہاف شرٹ اور اسکرٹ ضروری قراردے دیا گیا ہے، اب اس کا نقصان کیا ہورہا

ہے،سب کے سامنے ظاہر وعیاں ہے،لندن کا مشہور اخبار "The sunday Times" ہے۔اس میں 2005ء میں ایک خبر آئی تھی، کہ لندن میں 26 فیصد باشندوں کا ماننا ہے کہ عورتوں کے کم کپڑے پہننے کی وجہ سے بدکاری کی دعوت ملتی ہے،اسی اخبار "دی سنڈے ٹائم" کے مارچ 2009ء کے مطابق ہر سات میں سے ایک Britishers کا یہ کہنا ہے کہ اگر عورت،لڑکیاں کم کپڑے پہنیں تو انھیں مارو۔

اس سے بھی برا حال اعلی تعلیم کا ہے، جہاں 17 مارچ 1980ء کے ایک سروے کے مطابق صورتحال بہت ہی ہولناک ہے،اسلئے کہ کالج اور یونیورسٹیز کے پروفیسرس اور لکچررس عورتوں کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے کیلئے انہیں فورس یا زبردستی کرتے ہیں۔ UK میں ہوئے ایک سروے کے مطابق جس اسکول میں لڑکے اور لڑکیوں کو مخلوط تعلیم دی جاتی ہے، وہاں کی بنسبت جس اسکول میں صرف لڑکے یا صرف لڑکیاں ہوں وہاں کے رزلٹس بہتر ہوتے ہیں،اسی سروے میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ ہر کوئی CO-Education کے طلبہ یا طالبات اپنے مخالف جنس کو متاثر کرنے پر زیادہ زور دیتے ہیں۔اس لئے ان کے رزلٹ بہتر نہیں ہیں۔

۔بہرکیف۔اگر ہم اپنے بچوں اور بچیوں کو اس مخلوط تعلیم سے نہ بچائیں تو وہی ہوگا کہ ہماری بہنیں اور بیٹیاں بھی شادی سے پہلے غلط حرکات کا ارتکاب کر بیٹھیں گی،اور یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے سب جانتے ہیں کہ آئے دن اخبارات،نیوز چینل،وغیرہ میں خبریں گردش کرتی رہتی ہیں۔اور زیادہ تر تو پس پردہ ہی رہ جاتی ہیں،

(تفصیل کے لیے دیکھئے: امت کی بیٹیاں اور فتنۂ ارتداد،نوائے اسلام مارچ 2020،صفحہ نمبر 34 تا36)

۸-سلف صالحین کی زندگی کا مطالعہ کرنا، پاک دامن مردوں کے سچے قصے وواقعات کو پڑھنا۔

۹- بلاضرورت عورتوں کے گھر سے نکلنے پر پابندی:

بے شک جب عورت گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاڑنے لگ جاتا ہے،اور اسے دیکھنے والوں کی نظروں میں مزّین کر کے پیش کرتا ہے،اور لوگ اس عورت کو اس کی حقیقی شکل سے بڑھ کر خوبصورت دیکھنے لگتے ہیں۔ تاکہ (شیطان) اس طرح سے ان لوگوں کو شہوات اور فواحش کے پھندے میں پھنسا سکے۔

اس لیے گھر کے نگہبانوں اور ذمہ دار افراد پر فرض ہے کہ اپنی خواتین کو بلاضرورت عام جگہوں اور بازاروں کی طرف نکلنے سے روک کر رکھیں۔تاکہ ان کی عفت وعصمت اور شرافت محفوظ رہے،اور اس زمانے میں شہوات کا سر کچل سکیں۔

۱۰- گھر میں عبادت کی کثرت:

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بنایئے جہاں پر نہ ہی ذکر و اذکار ہوں اور نہ ہی دعا، نہ ہی عبادت اور نہ ہی اطاعت، بلکہ اپنے گھروں کو اللہ تعالی کی عبادت سے آباد کیجیے،اور گھر کے ایک کونہ کو نماز پڑھنے؛قرآن اور تلاوت کے لیے خاص کر دیجیے،اور گھر میں کوئی ایسی چیز یا آلہ بھی رکھیں جس سے قرآن کی تلاوت سنی جا سکے، اور ایک چھوٹی سی لائبریری بھی ہونی چاہیے جہاں پر کتاب وسنت کے علوم پر مشتمل کتب ہونی چاہئیں جن سے اہل خانہ کے لیے دین ودنیا کا فائدہ حاصل ہو سکے۔یہ چیزیں انسان کو اپنے رب کی راہ پر

لگا دیں گی، اور شہوت کا بھڑکنا کم ہو جائے گا۔

۱۱- دعا:

دعا وہ اسلحہ ہے جو کسی بھی مشکل اور سختی کے وقت خیانت نہیں کرتا۔ یہ ایسا مبارک اسلحہ ہے جس کے متعلق مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ ہر وقت اور ہر جگہ پر اسے استعمال کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَإِذَا سَأَلَکَ عِبَادِی عَنِّی فَإِنِّی قَرِیبٌ أُجِیبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (البقرۃ:۱۸۶)

جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں۔

سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

زمین پر کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ سے دعا کرے اور اللہ اسے وہی چیز عطا نہ کرے یا اس سے اس کے برابر کوئی برائی دور نہ کرے بشرطیکہ اس نے کسی گناہ یا قطع رحمی کے لیے دعا نہ کی ہو۔ اس پر ایک شخص نے پوچھا: اگر ہم بہت زیادہ دعائیں کرنے لگیں تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس سے بھی زیادہ قبول کرنے والا ہے۔ (الترمذی:۳۵۷۳)

ذرا اللہ کے نبی سیّدنا یوسف علیہ السلام کے حالات پر غور کیجیے؛ انہوں نے شہوت کی حالت میں جب انھیں حرام کی دعوت دی گئی تھی تو آپ نے کیا دعا کی؟ اللہ تعالیٰ آپ کی وہ دعا قرآن میں بیان فرمایا ہے:

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَیَّ مِمَّا یَدْعُونَنِی إِلَیْهِ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّی کَیْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَیْهِنَّ وَأَکُنْ مِنَ الْجَاهِلِینَ. فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ کَیْدَهُنَّ إِنَّهُ هُوَ السَّمِیعُ الْعَلِیمُ. (یوسف:۳۳، ۳۴)

اس نے کہا اے میرے رب! مجھے قید خانہ اس سے زیادہ محبوب ہے جس کی طرف یہ سب مجھے دعوت دے رہی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کے فریب کو نہ ہٹائے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا۔ تو اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی، پس اس سے ان (عورتوں) کا فریب ہٹا دیا۔ بے شک وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کار میں سے یہ بھی تھا کہ شہوات کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے صحابہ کرام کو دعائیں سکھایا کرتے تھے۔

سیّدنا شَکل بن حمید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا یارسول اللہ! مجھے کوئی دعا سکھا دیجیے۔ آپ نے فرمایا: کہو:

(اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِكَ مِنۡ شَرِّ سَمۡعِیۡ وَمِنۡ شَرِّ بَصَرِیۡ، وَمِنۡ شَرِّ لِسَانِیۡ، وَمِنۡ شَرِّ قَلۡبِیۡ وَمِنۡ شَرِّ مَنِیِّیۡ۔) اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنی سماعت کے شر سے، اور اپنی بصارت کے شر سے، اور اپنی زبان کے شر سے، اور اپنے دل کے شر سے، اور اپنی منی کے شر سے۔

(مِنۡ شَرِّ مَنِیِّیۡ خود اپنے شر سے) اس سے مراد شہوت کا شر ہے۔

ابوداوٗد، کتاب الوتر، باب فی الاستعادۃ:۔ والترمذی:

والنسائی: ؛وصححہ الحاکم.

۱۲- گناہ کے خطرناک نتائج میں غور وفکر:

سیّدنا یحی بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے اپنے اعضاء کولذات پر راضی کرلیا، یقیناً اس نے اپنے نفس کے لیے ندامت کا پودا لگالیا۔(بحوالہ:نفح الطيب من غصن الأندلس الرطيب:6/177)

عبدالصمد الزاھد فرماتے ہیں:

جس انسان کو یہ بھی پتہ نہ ہو کہ شہوات قابل توبہ ہیں، تو ایسا انسان فقط کھیل تماشہ کرنے والا ہے۔ (بحوالہ ذم الھوی27)

جب انسان دنیا اور آخرت میں زنا کی خرابیوں میں غور وفکر کرے تو وہ ان حرام شہوات کے پیچھے پڑنے کے خطرات کو بھانپ لے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان برائیوں اور ان کے برے نتائج سے محفوظ رکھے، آمین۔

☆☆☆

اخبار جامعہ

مولانا ابوصالح دل محمد سلفی

ڈاکٹر انیس الرحمٰن صاحب سلفی حفظہ کا طلبہ سے خطاب:

26 اکتوبر 2023، بروز جمعرات، بعد نماز عشاء ''قاعة المحاضرات'' میں ڈاکٹر انیس الرحمٰن صاحب سلفی حفظہ اللہ (اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی، عالیہ یونیورسٹی کولکاتہ) کی آمد پر ایک پروگرام بعنوان ''فارغین مدارس کے لئے عصری جامعات میں تعلیم وتحقیق اور روزگار کے مواقع'' زیر صدارت محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ وتولاہ منعقد ہوا تفصیل حسب ذیل ہے:

پروگرام کا آغاز مصدق علی انیق الاسلام کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ پھر محفوظ عالم عبدالجبار نے نعت نبی پڑھی، اور اسامہ خالد اور اس کے رفقاء نے ترانہ جامعہ پیش کیا۔ اس کے بعد راقم الحروف (ابوصالح دل محمد سلفی) نے مہمان گرامی کا مختصر تعارف پیش کرتے ہوئے" برنامج إتقان لتنمية المهارات العلمية والثقافية " (جس کا قدیم نام" لجنة الثقافة " تھا) کی تاریخ، قیام، پس منظر اور اغراض ومقاصد کو بیان کیا اور برنامج سے متعلق کچھ اہم باتیں کیں۔

اس کے بعد مہمان گرامی ڈاکٹر انیس الرحمٰن صاحب سلفی حفظہ اللہ نے ''فارغین مدارس کے لئے عصری جامعات میں تعلیم وتحقیق اور روزگار کے مواقع'' کے عنوان پر محاضرہ پیش فرمایا۔ محاضرہ موضوع سے متعلق اہم نکات پر مشتمل بڑا معلوماتی اور طلبہ کے لئے کافی مفید تھا۔ محاضرہ کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) ملک کی وہ مرکزی وصوبائی یونیورسٹیاں جو مدارس کی اسناد کو تسلیم کرتی ہیں ان مدارس کے فارغین ان یونیورسٹیوں میں علوم اسلامیہ، علوم اجتماعیہ، علوم بشریہ، علوم طبیہ (یونانی)، علوم تجارت ومعیشت، علوم ذرائع ابلاغ ونشریات، علوم سیاسیات وبین الاقوامی مطالعات، علوم اصول وقوانین اور علاقائی وبیرونی زبانوں کے شعبوں ومراکز کے علاوہ دیگر بہت سے کورسز میں داخلہ لے سکتے ہیں۔

(۲) عصری جامعات میں تدریسی مواقع۔

عصری جامعات سے اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کے بعد فارغین مدارس کے لئے، سرکاری اسکولوں سے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے مساوی روزگار کے دروازے کھل جاتے ہیں اور وہ اپنے متعلقہ علمی میدان میں ملک کے اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور دیگر تعلیمی اداروں میں ٹیچر، پروفیسر، ڈائریکٹر اور دیگر عہدوں پر فائز ہوکر بلاتفریق وبلا امتیاز قوم وملت کے لئے گراں قدر خدمات انجام دے سکتے ہیں۔ اس ضمن میں فارغین مدارس خاص کر جامعہ سلفیہ کے فارغین جو اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز ہیں ان کے ناموں کا

ذکر بطور نمونہ پیش کیا۔

(۳)انتظامات عامہ اور حکومت کے غیر فوجی محکمے:

Administrationand Civil Services

حکومت کے ان اداروں میں بھی عصری جامعات سے اعلیٰ تعلیم یافتہ فارغین مدارس کی خدمات قابل تحسین ہیں۔ ان اداروں، دفتروں اور محکموں کا تعلق مرکزی وصوبائی دونوں حکومتوں کی وزارتوں سے ہے۔اس میں ان کا انتخاب سول سروسز امتحان یا ان اداروں کے بھرتی امتحانات کے ذریعے ہوا ہے۔

(۴)پرائیویٹ سیکٹر:

آج کے اس عالم کاری دور میں بیرونی کمپنیوں اور تجارتی مراکز نے ملک میں روزگار کے مواقع کا جال بچھا دیا ہے۔عصری جامعات سے اعلیٰ تعلیم یافتہ فارغین مدارس خاص کر بیرونی زبانوں پر دسترس رکھنے والے فارغین مدارس بڑی تعداد میں ان کمپنیوں، تجارتی مراکز اور عرب ممالک کے سفارت خانون میں برسر روزگار ہیں۔ ملک و بیرونِ ملک دونوں جگہوں پر ان کی تقرری ہوتی ہے اور ترقی کے اچھے مواقع بھی ملتے ہیں۔

(۵)ذرائع ابلاغ(Media)

اس میدان میں بھی فارغین مدارس کے لئے روزگار کے اچھے مواقع ہیں۔ کیونکہ وہ ایک سے زیادہ زبانوں پر دسترس رکھتے ہیں۔ پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا سبھی سیکٹر میں روزگار کے یکساں مواقع دستیاب ہیں اور روز بروز اس کا دائرۂ عمل بھی وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ جو فارغین مدارس اس پیشے سے جڑے ہوئے ہیں وہ حتی المقدور اس کا کما حقہ حق بھی ادا کررہے ہیں۔

طلبہ نے محاضرہ بغور سنا اور خوب استفادہ کیا، نیز اردو وانگریزی زبان میں سوالات کئے جن کا مکمل اور اطمنان بخش جواب مہمان گرامی نے اردو میں سوال کرنے والے کو اردو میں اور انگریزی میں سوال کرنے والے کو انگریزی میں بہت ہی بہترین اسلوب اور مشفقانہ انداز میں دیا۔فجزاہ اللہ عنا خیر الجزاء

اخیر میں مجلس تعلیمی کے صدر ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ صاحب مدنی حفظہ اللہ نے طلبہ کو قیمتی نصیحت کرتے ہوئے مہمان گرامی کا شکریہ ادا کیا۔نظامت کا فریضہ کلیۃ الشریعۃ سال اول کے طالب محمد مرتضی مصطفیٰ میاں نے بحسن وخوبی انجام دیا۔

واضح رہے کہ محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ وتولاہ ناسازی طبع کی وجہ سے پروگرام میں شریک نہیں ہوسکے تھے۔انہیں کے حکم کی تعمیل میں ان کی نیابت کرتے ہوئے راقم الحروف (ابو صالح دل محمد سلفی) نے صدارت کی ذمہ داری ادا کی۔

جامعہ سلفیہ بنارس میں طلبہ کے درمیان بیت بازی کا مقابلہ

"برنامج إتقان لتمية المهارات العلمية والثقافية" کا چوتھا پروگرام 12 اکتوبر 2023، بروز جمعرات "قاعۃ المحاضرات" میں بعد نمازِ عشا زیر صدارت عالی جناب نیر احمد صاحب واحدی حفظہ اللہ منعقد ہوا۔

جس میں طلبہ جامعہ کے درمیان بیت بازی ہوئی۔ بیت بازی کے اس پروگرام میں حکم کی حیثیت سے فضیلۃ الشیخ ظل الرحمٰن صاحب سلفی حفظہ اللہ (سنٹر لائبریری)

تشریف فرما تھے۔ بیت بازی میں چالیس طلبہ نے حصہ لیا جو چار زمروں میں منقسم تھے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلا زمرہ:

''فریق اقبال'' جس کے امیر کلیۃ الدعوہ ثالث کے طالب علم مجاہد الاسلام منصور عالم تھے۔

دوسرا زمرہ:

''فریق اکبر الہ آبادی'' جس کے امیر عالمیت سال آخر کے طالب علم یاسر ابوالعاص تھے۔

تیسرا زمرہ:

''فریق حالی'' جس کے امیر کلیۃ الشریعۃ سال اول کے طالب علم عبدالواحد راہی تھے۔

چوتھا زمرہ:

''فریق کلیم عاجز'' جس کے امیر کلیۃ الحدیث ثانی کے طالب علم عساکرالدین بن شہاب الدین تھے۔

پروگرام کا آغاز حافظ مرسلین انصاری شمس الدین انصاری کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، موصوف نے بہترین آواز و انداز اور عمدہ تجوید کے ساتھ "سورۃ الشعراء" کے آخری رکوع کی تلاوت کی۔

اس کے بعد "برنامج اتقان" کے نائب ناظم عزیزم مرتضی ماہر سلمہ نے بیت بازی کے اغراض و مقاصد، فوائد و ثمرات کو بیان کرتے ہوئے شعر و شاعری کے سلسلے میں دین اسلام کے صحیح نقطۂ نظر کو مدلل اور جامع انداز میں پیش کیا۔ ساتھ ہی ساتھ ملک ہندوستان کے اسلامی مدارس میں اردو کے گرتے ہوئے معیار پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے حاضرین کو اردو زبان میں مہارت حاصل کرنے پر، پر جوش انداز میں ترغیب دی۔ اور بیت بازی کے اصول وضوابط بتاتے ہوئے اس کا آغاز کیا۔

بیت بازی درج ذیل تین مقابلوں پر مشتمل تھی:

پہلا مقابلہ:

بیت بازی کے پہلے مقابلہ کا آغاز کرانے کے لیے مجلس کے صدر عالی وقار اور جامعہ کے سینئر و مؤقر استاذ عالی جناب ماسٹر نیر احمد صاحب واحدی سے مؤدبانہ درخواست کی گئی۔ آپ نے درج ذیل شعر پیش کیا:

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن زنگار ہے آئینہ باد بہاری کا

یہ مقابلہ "فریق اقبال" اور "فریق اکبر الہ آبادی" کے درمیان ہوا۔ جو تقریبا 20 منٹ تک بہترین انداز میں چلتا رہا، اس مقابلہ میں فریقین نے آخیر تک اپنی حاضر جوابی اور شعری ذوق کا بہترین مظاہرہ کیا اور فریق "اکبر الہ آبادی" نے 299 نمبر حاصل کیا جب کہ "فریق اقبال" نے 301 نمبر حاصل کر کے فائنل مقابلہ میں اپنا نام درج کرانے میں کامیابی حاصل کی۔

دوسرا مقابلہ:

دوسرے مقابلہ کا آغاز کرنے کے لئے پروگرام کے حکم مولانا ظل الرحمٰن صاحب سلفی سے درخواست کی گئی۔ انہوں نے علامہ اقبال رحمہ اللہ کا درج ذیل شعر پیش کیا:

تیرے سینے میں ہے پوشیدہ راز زندگی کہ دے
مسلمان سے حدیث سوز و ساز زندگی کہ دے

یہ مقابلہ "فریق حالی" اور "فریق کلیم عاجز" کے درمیان ہوا۔ جس میں "فریق کلیم عاجز" نے 247 نمبر

حاصل کیا جب کہ "فریق حالی" نے 249 نمبر حاصل کر کے فائنل مقابلہ میں اپنا نام درج کرانے میں کامیابی حاصل کی۔

اس کے بعد جامعہ کے ہونہار طالب علم منیر ظفر نے پر کشش آواز اور خوبصورت لب و لہجے میں ایک بہترین نظم پڑھی۔

تیسرا اور فائنل مقابلہ:

تیسرا اور فائنل مقابلہ کا آغاز کرانے کے لئے برنامج اتقان کے مشرف فضیلۃ الشیخ اسرار احمد صاحب ندوی حفظہ اللہ کو زحمت دی گئی۔ آپ نے درج ذیل شعر پیش فرمایا:

نگہ بلند سخن دل نواز جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

فریق حالی اور فریق اقبال کا یہ فائنل مقابلہ تقریبا 15 منٹ تک خوب زور وشور کے ساتھ جاری رہا۔ جس میں فریق اقبال نے کل 198 نمبرات حاصل کئے اور فریق حالی نے کل 200 نمبرات حاصل کرتے ہوئے فائنل مقابلے میں بھی فتح حاصل کرنے کی سعادت حاصل۔

اخیر میں صدر مجلس کا پر مغز خطاب ہوا، اور پروگرام بحسن وخوبی اپنے اختتام کو پہنچا۔ فالشکر کلہ للہ و بیدہ التوفیق

نظامت کا فریضہ کلیۃ الشریعۃ سال اول کے طالب محمد مرتضی مصطفی میاں نے بحسن وخوبی انجام دیا۔

جامعہ سلفیہ بنارس میں تعلیم وتربیت سے متعلق ایک اہم میٹنگ:

جامعہ سلفیہ بنارس جماعت اہل حدیث کا ایک ایسا مرکزی ادارہ ہے، جہاں زیر تعلیم طلبہ کو ٹھوس تعلیم وتربیت دینے کی ہمیشہ کوشش رہی ہے اور تعلیم وتربیت کے نظام کو بہتر سے بہتر نیز طلبہ کے لئے مفید سے مفید تر بنانے کے لئے ہر سال متعدد میٹنگیں منعقد ہوتی رہتی ہیں۔

رواں تعلیمی سال (2003-2024) کے فصل اول کے امتحان کے بعد محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ وتولاہ کی صدارت میں 11 اکتوبر 2023، بروز بدھ، دفتر نظامت میں ایک تعلیمی وتربیتی میٹنگ منعقد ہوئی جس میں مجلس تعلیمی اور شعبہ امتحان کے اراکین نے شرکت کی۔

اس میٹنگ میں فصل اول کی تعلیم وتربیت کا باریکی سے جائزہ لیا گیا اور فصل اول کے امتحان سے متعلق بہت سارے امور زیر غور آئے اور بڑے غور وخوض کے بعد تعلیمی وتربیتی معیار کو مزید بلند کرنے کے لئے ضروری اصلاحات کی گئیں جن کے بہترین اثرات ونتائج مرتب ہونے کی امید ہے۔ ان شاء اللہ۔

☆☆☆

باب الفتاویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

اس ولیمہ کا کھانا کیسا ہے جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو مثلاً ایک شخص کا ولیمہ ہے جب کھانا بن کر تیار ہوا تو اس میں سے کچھ کھانا نکال کر اس پر غیر اللہ کے نام کی فاتحہ وغیرہ کرنے کے بعد پھر اسے پورے کھانے میں ملا دینا، تو اب اس ولیمے کی دعوت میں شریک ہونا کیسا ہے؟ جبکہ جن کے گھر ولیمہ ہے وہ خاص رشتے دار ہیں اگر نہیں جائیں گے تو رشتے میں بگاڑ ہو جائے گا، قطع تعلق ہو سکتا ہے۔ تو ایسے حالات میں کیا کیا جائے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایسے ولیمے میں شریک ہو سکتے ہیں تاکہ رشتے میں بگاڑ پیدا نہ ہو، لیکن صرف شریک ہوں گے کھانا نہیں کھائیں گے۔ قرآن وسنت کی رو سے مدلل ومحقق وضاحت فرما کر ممنون ومشکور ہوں۔

الجواب بعون اللہ الوهاب وهو الموفق للصواب.

صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ ہر وہ کھانا جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو وہ کھانا شرعاً ناجائز اور حرام ہے، اس کی حرمت پر قرآن مجید کی درج ذیل آیتیں دال ہیں:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَلا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ .(البقرہ: ۱۷۳) تم پر مردہ، بہتا ہوا خون، سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو، حرام ہے۔ پھر جو مجبور ہو جائے اور وہ حد سے بڑھنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو اس پر ان کے کھانے میں کوئی حرج نہیں، اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلاَّ مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَن تَسْتَقْسِمُواْ بِالأَزْلاَمِ ذَلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِن دِينِكُمْ فَلاَ تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيناً فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ .(المائدہ: ۳) تم پر حرام کیا گیا مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مرا ہو اور جو کسی

ضرب سے مرگیا ہواور جو اونچی جگہ سے گر کر مرا ہو اور جو کسی کے سینگ مارنے سے مرا ہو اور جسے درندوں نے پھاڑ کھایا ہو لیکن اسے تم ذبح کر ڈالو تو حرام نہیں ہے اور جو آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ بھی کہ قرعہ کے تیروں کے ذریعہ فال گیری کرو، یہ سب بدترین گناہ ہیں، آج کفار تمہارے دین سے ناامید ہو گئے، خبردار تم ان سے نہ ڈرنا اور مجھ سے ڈرتے رہنا۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔ پس جو شخص شدت کی بھوک میں بے قرار ہو جائے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بہت بڑا مہربان ہے۔

قُل لَّآ أَجِدُ فِىْ مَا أُوْحِىَ إِلَىَّ مُحَرَّماً عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّآ أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَماً مَّسْفُوحاً أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقاً أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ .(الانعام:۱۴۵) آپ کہہ دیجئے جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیوں کہ وہ بالکل ناپک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو، پھر جو شخص مجبور ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور رحیم ہے۔

ان آیتوں اور اس معنی ومفہوم کے دیگر نصوص صحیحہ سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ وہ کھانا جس پر غیر اللہ کے لئے نذر و نیاز اور فاتحہ کیا گیا ہو وہ کھانا حرام ہے، ایسے کھانوں میں شرکت کی سختی کے ساتھ ممانعت کی گئی ہے۔

قرآن وسنت کی تعلیمات سے ایسا کوئی عمل شریعت اسلامی میں جائز نہیں جو قرآن وحدیث اور سنت رسول ﷺ سے متصادم ہو اور اس طرح کے عمل کا شریعت مطہرہ میں دور دور تک کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اور جہاں تک ایسی دعوت میں شرکت کی بات ہے تو اس سلسلہ میں واضح ہو کہ قرآن مجید کی سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَن يَعْصِ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَاراً خَالِداً فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ (سورۂ نساء:۱۴)

''اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم نازل کر چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ رب العالمین کی آیات کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں، ورنہ اس وقت تم بھی انہیں جیسے ہو''۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ایسی مجالس جہاں احکام شرع کی خلاف ورزی ہو رہی ہو ان میں شرکت کرنا بھی منع ہے اور شرکت کرنے والا بھی انہیں جیسا ہوگا۔ ایسی دعوتوں میں جن میں غیر اللہ کا نام لیا جا رہا ہو اس سے بڑھ کر شریعت کی مخالفت اور کیا ہو سکتی ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ کی ایک حدیث میں ہے: ”جو آدمی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسے دسترخوان پر ہرگز نہ بیٹھے جہاں شراب پیش کی جا رہی ہو۔ (حسن، ترمذی:۲۸۰۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس دسترخوان پر شریعت کے خلاف کوئی چیز ہو تو وہاں شرکت کرنا درست نہیں۔

رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات استوار رکھئے، صلہ رحمی کا معاملہ اپنائیں، رشتہ داروں کی خوشی اور غمی میں بھی شریک رہیں، یہ تمام کام بہت اچھے ہیں لیکن یہ کام شریعت کے دائرہ میں رہ کر انجام دیئے جائیں۔ اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے مخلوق کی رضامندی درست نہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق. (هداية الرواة: ٣٦٢٤، وصححه الألباني) جہاں خالق کی نافرمانی ہو رہی ہو وہاں مخلوق کی طاعت نہیں ہے۔

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

ابوعفان نورالہدیٰ عین الحق سلفی

☆☆☆

یہ بھی صدقے ہیں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کچھ لوگوں نے بارگاہ رسالت میں آکر عرض کیا، یا رسول اللہ مالدار لوگ ہی زیادہ اجر لے گئے، وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں (اور ہم سے زائد کام یہ کرتے ہیں کہ) اپنے فاضل مالوں سے صدقہ وخیرات کرتے ہیں (اور یوں ہم سے زیادہ اجر حاصل کر لیتے ہیں) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا اللہ نے تمہارے لئے ایسی چیزیں نہیں بنائیں کہ تم ان کا صدقہ کرو؟ بے شک ہر 'سبحان اللہ' کہنا صدقہ ہے، ہر 'اللہ اکبر' کہنا صدقہ ہے، ہر 'الحمد للہ' کہنا صدقہ ہے، ہر 'لا الہ الا اللہ' کہنا صدقہ ہے اور تمہاری اپنی شرمگاہ کی (حفاظت) بھی صدقہ ہے۔ انہوں نے سوال کیا ہم میں سے ایک شخص (شرمگاہ) کے ذریعہ سے) اپنی جنسی شہوت پوری کرے، کیا اس میں بھی اس کے لئے اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: بھلا بتاؤ اگر وہ اپنی شہوت حرام جگہ سے پوری (بدکاری) کرے تو اسے گناہ ہوگا؟ (یقیناً ہوگا) پس اسی طرح وہ حلال طریقے سے اپنی شہوت پوری کرے گا تو اسے اجر ملے گا۔

PRINTED BOOK

ISSN 2394-0212

November 2023

Vol.XL No.11

R.No. 40352/81

MOHADDIS

THE ISLAMIC CULTURAL & LITERARY MONTHLY MAGAZINE

Website: www.mohaddis.org

جامعہ سلفیہ بنارس میں دورۂ تدریبیہ کا انعقاد

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے اندر جامعہ کے ناظم اعلیٰ مولانا عبداللہ سعود سلفی حفظہ اللہ کے اہتمام وتوجہ اور جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض، مملکت سعودی عرب کے تعاون سے عربی زبان وادب کے مدرسین ومعلمین کی تربیت وٹریننگ کے لئے بتاریخ ۲۵-۲۶ نومبر ۲۰۲۳ء بروز سنیچر واتوار ایک اہم دوروزہ ''دورۂ تدریبیہ'' کا انعقاد عمل میں آرہا ہے۔اس دورہ کی متنوع عناوین پر مختلف نشستیں منعقد ہوں گی جن میں جامعۃ الامام کے دو موقر اساتذہ دكتور عبد اللّٰہ بن عبد الرحمٰن الفوزان اور دكتور علي جبيلان حفظهما الله اپنے اپنے عناوین پر محاضرے پیش فرمائیں گے، ان شاء اللہ۔

اس دورے کا مقصد عربی زبان وادب کے اساتذہ ومعلمین کی علمی وتدریسی صلاحیتیوں کو فروغ دینا، ہندوستانی عربی مدارس میں نحو وصرف اور ادب وغیرہ کی تدریس کی راہ میں درپیش مشکلات کے حل، طرق تدریس سے انہیں آگاہ کرنا اور تدریسی میدان میں ان کی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دینے کے لئے انہیں تیار کرنا ہے۔ ذمہ داران جامعہ اس دورہ کی کامیابی کے لئے اپنی ہر ممکن کوشش جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ اس دورے کو کامیاب اور بامقصد بنائے، آمین۔

Published by: Obaidullah Nasir, on behalf of Darut-Taleef Wat-Tarjama

B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi, Edited by: Mohammad Ayoob Salafi

Printed at Salafia Press, Varanasi.